بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنت الوقت

تصنیف

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

جسے

ملا محمد واحدی دہلوی

نے

بماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۲ ہجری النبوی مطابق مئی سنہ ۱۹۳۳ عیسوی

چھٹی مرتبہ

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے

"۸۶"

تصنیفات مصور غم علامہ راشد الخیری	
صبح زندگی ۸ر	سوکن کا جلاپا ۶ر
شام زندگی عمر	موودہ ۸ر
شب زندگی حصہ اول عمر	اعمالنامے ۸ر
شب زندگی حصہ دوم عمر	گوہر مقصود ۶ر
نوحہ زندگی ۱۲ر	در شہوار ۱۰ر
الزہرا ۱۲ر	شاہین و دراج ۸ر
قطرات اشک ۸ر	انگوٹھی کا راز ۸ر
لڑکیوں کی انشا ۱۲ر	جوہر عصمت ۸ر
جوہر قدامت ۸ر	روداد قفس ۱۲ر
تائید غیبی ۸ر	آمنہ کا دم واپسین ۶ر
یاسمین شام ۸ر	بچہ کا کرتہ ۴ر
تیغ کمال ۸ر	وداع کی سرگزشت ۴ر
منازل السائرہ کامل عہ	گلدستہ عید ۱۰ر
ماہ عجم ۸ر	منازل ترقی ۴ر
عروس کربلا ۸ر	ستونتی ۸ر
محبوبۂ خداوند ۱۲ر	قلب حزیں ۸ر
بنت الوقت ۸ر	نوبت پنج روزہ ۸ر
سراب مغرب ۸ر	
فسانہ سعید ۱۰ر	سیلاب اشک ۸ر

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵ دہلی

بنت الوقت

کا

نام اور مضمون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

بنت الوقت جس کا اصلی نام فرخندہ بانو اور شادی کے بعد مسز نصیر یا فرخندہ نصیر الحق ہوا کہنے کو تو اس متین خاندان کی بچی تھی جس کا کلمہ محسن یورپ والوں نے سو سوا سو برس تک پڑھا اور جس کے اقبال و جلال کے آگے اچھے اچھے سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں۔ مگر فرخندہ گنوں کے لحاظ سے ایسی بدنصیب نکلی کہ کنبہ بھر نے لعنت اور شہر بھر نے ملامت کی ہے عزیزوں نے اس کے کام پر سر پیٹے۔ غیروں نے اس کے نام سے کان پکڑے۔ دشمن خوش ہوئے اور دوست رنجیدہ۔ اپنے روئے اور پرائے ہنسے۔ مگر صد آفریں اس نیک بخت کو۔ عورت ذات اور مغلوں کا خون ہو کر وہ ناک کٹوائی کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ جس خاندان کی بچیوں کو کوارپتے میں میکے کی دہلیز تک لانگنی حرام تھی اس کا انجام یہ ہوا کہ بنت الوقت دن دہاڑے جلسوں میں گائے اور کھلے خزانے گاڑیوں میں پھرے۔ مرزا وحید ساری دنیا کی نگاہ میں سچا سہی۔ بیگناہ سہی۔ بے قصور سہی۔ مگر دل ہے اور خیال۔ دماغ ہے اور رائے۔ غلط ہی تو ہوا کرے۔ ہماری رائے میں وحید کا دامن فرخندہ کے خون سے لتھڑا ہوا اور اس کی گردن خاندان مغلیہ کی آن بان سے جھکی ہے۔ اسکا منہ نہیں کہ وہ منہ دکھائے اور حق نہیں کہ بات کرے۔ ہمارا ایمان ہے اور ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری عزت صرف عورت کی عصمت اس کی حرمت اور اس کی غیرت میں ہے۔ وحید بابا تھا گلا گھونٹ

دیتا۔ زہر دیدیتا۔ پھانسی پا یا قتل ہوتا۔ آنکھوں سکھ کلیجہ ٹھنڈک۔ یہ موت اس زندگی سے ہزار درجہ بہتر تھی جس میں ایک بیٹی نے کورے اُسترے سے باپ دادا کا نہیں کنبہ بھر کا سر مونڈ ڈالا۔ کہاں کی مغربی رو اور کدہر کی تعلیم جدید۔ آج بھی اگر وحید تلاش کی آنکھوں سے دیکھے، تو کیسی سینکڑوں اور کدہر کی ہزاروں اسی ہندوستان اور ان ہی مسلمانوں میں لاکھوں اللہ کی بندیاں ایسی ملیں گی۔ جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑہیں محسن پور والے اگر اس دن کو زندہ رہے تھے، تو اس دن نہیں تو آج اور جب نہیں تو اب خدا ان سب کا پردہ ڈہانک لے۔ ان کی خودکشی بنت الوقت کی لغزشوں کا کفارہ اور ان کی موت اس کی زندگی کی تلافی ہو جائے گی۔ ہم وحید سے زیادہ اور بہت زیادہ جانتے ہیں ہزار پانسو نہیں مسلمانوں کا جم غفیر اس کی بے حیائی کا مداح اور بے حمیتی پر نازاں ہے۔ بے غیرتی جوہر اور بے باکی ہنر۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان پہلے مانسوں کا نمکار اسلام کی آڑ میں ہے۔ مگر قرآن کے عاشق، اور حدیث کے حافظ گریبان میں منہ ڈالکر بتائیں کہ بیوی عقل مند ہیں تو اماں کیا تھیں، صاحبزادی کی شرافت سر آنکھوں پر مگر دادی نانی کی بابت کیا ارشاد ہے۔

(۲)

طوفان بہت سے سُنے اور دو چار دیکھے، مگر یہ طوفان طوفان کیا قہر الٰہی کا نشان تھا کہ بچے اور کچے، گڑیل اور جوان سب اُس کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔ محسن پور بے دریا کی بستی تھی۔ جہاں ندی تو ندی کوئیں بھی علاقہ بھر میں گنتی کے دو چار ہی تھے، جو کہیں آبادی میں رہا کا گز زندی کا پرچھا تواں پڑجاتا تو خدا معلوم کیا حشر ہوتا۔ پانی کی اس تلت پر پانی کی یہ آفت تھی کہ گھروں میں اور سڑکوں پر گھٹنے گھٹنے اور کمر کمر پانی ہی پانی تھا ہماری آنکھیں وہ جھڑیاں جنکو اب آنکھیں ترستی ہیں، پندرہ روز ہوئے پانی کو ہنگل ہنگل، دیکھ چکی ہیں، مگر یہ وہ ہونہار پانی ایسا پڑا کہ خلقت چیخ اُٹھی۔ عصر کے وقت خاصا

اچھا صاف آسمان تھا۔ ابر کا ٹکڑا نہ بادل کا پتہ کہ قبلہ کی طرف سے گھٹا اُٹھی۔ دن بیشک
برسات کے تھے۔ آدھا اساڑھ اور آدھے سے زیادہ ساون اس طرح نکل گیا کہ پانی کی
بوند تک نہ پڑی۔ قحط کی مصیبت تین سال سے برابر پڑ رہی تھی۔ اس سال امید تھی کہ کھیتیاں
مالا مال ہو جائیں گی لیکن ساون سے مایوس ہو کر زمیندار کیا اور کاشتکار کیا، بستی
بھر کے جی چھوٹ چکے تھے۔ قحط اب تک تو مصیبت تھا۔ اب پیغام موت ہو گیا۔
اور پیغام بھی ایسا یقینی اور صادق کہ گھٹا کی صورت عید کا چاند ہو گئی۔ مسجدوں میں نمازی
دکانوں پر کاروباری، سڑک پر راستہ چلتے۔ دفتروں میں مرد۔ گھروں میں عورتیں اور
انگنائی میں بچے ابر کو دیکھتے ہی اُچھل پڑے۔ مغرب کے وقت بارش شروع ہوئی، رات بھر مینہ
پڑتا رہا۔ دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن اور پانچواں دن دس روز وہ لگاتار مینہ پڑا ہے
کہ خدا کی پناہ۔ محسن پور جیسا اوسط درجہ کا شہر تھا ویسی ہی عمارتیں کچی بھی، پکی بھی، مٹی کی
بھی چونے کی بھی۔ کاغذی محل تھے نہ سنگین قلعے۔ مینہ کا یہ حال کہ دو گھنٹہ جم کر پڑا
ذرا ہلکا ہوا۔ ابھی تھما نہ تھا کہ پھر اندھیری دے آیا اور دھائیں دھائیں
پڑنے لگا۔ مینہ سے زیادہ ہوا تھی کہ کسی طرح کم ہی نہ ہوتی تھی وہ جھکڑ تھے کہ الامان الحفیظ۔
ساتویں روز آدھی رات کے وقت اُس زور کا پانی پڑا ہے کہ دیکھا نہ سنا۔ مکان بول اُٹھے۔
اور خلقت چیخ اُٹھی۔ ہر طرف سے دھواں دھوں کی آواز تھی۔ مکانوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ کچے
اور پکے محلسرا اور حویلی سب کا اللہ بیلی تھا۔ پڑکا تو کبھی کا لگ چکا تھا۔ مگر اس سے صرف
بے آرامی تھی۔ یا اب جان کے لالے پڑ گئے تو جس کے جہاں سینگ سمائے گھس گیا کہ کسی طرح
جان تو بچے۔ تین دن اور تین رات یہی حالت رہی اس حساب سے چوتھے اور اُس حساب سے کہیں
گیارہویں روز جا کر مطلع صاف ہوا تو لوگوں کی جان میں جان آئی۔ مگر کوئی گلی کوئی جگہ
کوئی کوچہ اور کوئی بازار ایسا نہ تھا جہاں اینٹوں کے انبار اور مٹیوں کے پہاڑ نہ چنے ہوئے ہوں
قحط نے پہلے ہی مصیبت ڈھا رکھی تھی طوفان نے اور بھی رہا سہا خاتمہ کر دیا۔ مرمت یا از سر نو تعمیر تو درکنار

اتنا تک پاس نہ تھا کہ ملبہ اٹھوا کر رستے صاف کر دیتے۔ مشنری دوست ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسانی ہمدردی کا لباس پہن کر نکل پڑے جہاں جیسا موقعہ پایا اور رنگ دیکھا سلوک کر دیا۔ رانڈیں یتیم۔ غریب فقیر سب ہی قسم کے لوگ تھے غرض بُری بلا ہے۔ یا تو فاقوں پر فاقے اور جمعدار کی گھُرکیاں۔ جھڑکیاں یا ان تقاضوں سے رہائی پا کر مہینہ بھر کا اناج یکبارگی گھر میں پڑ گیا۔ بہت سے تھے جو اغیار کا کلمہ پڑھنے لگے ہم ان کو بے قصور اور معذور سمجھتے ہیں۔ افسوس ان مسلمانوں پر ہے جنہوں نے پرچوں بچوں میں روپے دبائے صندوقچوں میں زیور رہنے، کونکیوں میں اشرفیاں گاڑیں اور دیوار بیچ کلمہ گو رانڈوں اور یتیموں کے فاقوں پر دل نہ پسیجا۔ ایسی حالت اور ایسی صورت میں اگر حاجتمند بے قصور ہیں تو مشنری اگر قابل شکریہ نہیں تو لائق الزام بھی نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے کام پورے اپنے فرض ادا اور اپنی محنت نیک لگائی۔ مسلمان اگر اس قابل ہوتے اور ہوتے کیا۔ تھے۔ دو چار نہیں۔ پانچ سات نہیں دس بیس بلکہ سو پچاس کیے قرض نہیں مفت نہیں۔ صدقہ نہیں خیرات نہیں۔ صرف ایک سال کی زکوٰۃ ان مصیبت ماروں کو دیدیتے اور یہ سمجھتے کہ جس سے لیا اسی کو دیا۔ خدا نے ہمیں سرخرو کیا، تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والیاں غیروں کے آگے برقعہ اوڑھ کر للکتی ہوئی اور بلکتی ہوئی ہاتھ نہ پسارتیں۔ محسن پور کے رئیس سینوں میں دل تو ضرور رکھتے تھے کاش اس میں درد ہوتا۔ دیکھتے اور سمجھتے کہ یہ پھٹی ہوئی چادروں سے سردی میں سڑک کے کنارے منہ چھپانے والیاں مسلمان رانڈیں ہیں سنتے اور جانتے کہ یہ آدھی رات کو مکان کے پیچھے بھوک پیاس سے بے تاب ہو کر داویلا کرنے والے معصوم مسلمانوں کے یتیم بچے ہیں تو خود ان کا ایمان اُنکو بتاتا کہ وہ طاقتور ہستی وہ غریب اور امیر کا آقا وہ عزت اور ذلت کا دینے والا جس نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے، آج یتیم کی صورت رانڈ کے بھیس حاجتمندوں کی ہیئت اور اپاہج کی آڑ میں ہم سے مدد کا طالب ہے۔ آدھی رات

کے سنسان وقت میں جب ہوا قادر ذو الجلال کی طاقت کا راگ گاتی، انگنائی کے درختوں کے پتے اس کی قدرت کا نشان ظاہر کرتے اور رونے کی آوازیں کانوں میں آتیں تو اسلام جس کے وہ مدعی تھے ان کو بتا دیتا کہ یہ اللہ کی فریاد یتیم کا نالہ مظلوم کی آواز اس رب الموجودات کی صدا ہے جو اپنی خدائی کو چھوڑ کر ہمارے در پر بھیک مانگنے آیا ہے۔

(۴)

ویل فرخندہ بیگم آپ اتنی عنایت اور کیجیے کہ مجھکو ایک طویل فہرست ان عورتوں کی دیدیجیے جو آپ کی رائے میں ابھی حاجتمند ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو بیچاریاں اس تکلیف سے رہا ہو جائیں میں آپ کی بہت ممنون ہوں کہ آپنے اس موقعہ پر خود تکلیف اٹھا کر ہم لوگوں کو اس قدر مدد دی۔

فرخندہ۔ مس صاحب میں انشاء اللہ صبح ہی فہرست تیار کر دونگی۔ بلکہ رات ہی رات کو لکھنے بیٹھ جاؤں گی۔ ابھی بہت سے گھر ایسے موجود ہیں جنکی حالت دیکھی نہیں جاتی اور جو آپ تک نہیں آ سکتے۔

مس واکر۔ بیشک بہت بڑا احسان ہوگا آپکا۔ یاد رکھیئے زندگی کا کوئی کام عمر کا کوئی لمحہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ انسان دوسرے انسانوں کے کام آئے۔ انسان اسی کا نام ہے۔ آپ بہت خوب انسان ہیں۔

فرخندہ یہ تو مس صاحب میرا اپنا ہی کام ہے کسی غیر کا نہیں۔ سب مصیبت مارے میرے ہی بہن بھائی ہیں۔ ان کی خدمت میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔

مس واکر۔ آپ کس وقت چاء پی لیتی ہیں۔

فرخندہ۔ چاء تو ہمارے ہاں صرف میرے والد پیتے ہیں یا والدہ۔ میں تو روزمرہ نہیں پیتی۔

مس واکر۔ میرا مطلب یہ ہے کہ صبح کو آپ کس وقت تک کام کرنے کے واسطے

تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر ہاں آپ تو نماز کے واسطے اُٹھتی ہوں گی۔

فرخندہ۔ جی نہیں نماز تو میں نہیں پڑھتی مگر صبح نماز کے وقت اُٹھ بیٹھتی ہوں اور اسی وقت سے کام کرنے کے لئے موجود ہوں۔

مس واکر۔ میں چاہتی ہوں کہ صبح چھ بجے روانہ ہو جاؤں مگر اس برابر والے محلہ سے تقسیم شروع ہو تو اچھا ہے۔ آپ کے محلہ میں پہنچتے پہنچتے مجھکو نو دس بج جائیں گے اور ان محلوں میں مجھکو آپ جیسے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔

فرخندہ۔ اگر آپ فرمائیں تو میں صبح ہی آپکے پاس آجاؤں۔

مس واکر۔ ہاں اگر ایسا ہو سکے تو بہت خوب ہوگا۔

فرخندہ۔ آپ خاطر جمع رکھیئے میں صبح ہی آجاؤں گی۔

مس واکر۔ میں نے آپ کے متعلق کلکٹر صاحب کی میم صاحب سے بھی ذکر کیا تھا وہ بھی آپ سے ملنے کی بہت مشتاق ہیں اور ٹھیک گیارہ بجے ہم آپکے گھر پہنچ جائیں گے۔

فرخندہ۔ تو آپ مجھکو تھوڑا وقت فرصت کا دیجئے تاکہ میں میم صاحب کے واسطے چاء وغیرہ کا انتظام کرلوں۔ میں صبح ہی آجاؤنگی۔ نو بجے تک ساتھ رہوں گی۔ اس کے بعد چلی آؤں گی۔ پھر آپ سے محلہ میں ملوں گی۔

مس واکر۔ اچھا اگر آپ کو اس میں سہولت ہو تو ایسا کیجئے۔

(۴)

تم دیکھتے ہو کہ میری عمر پوری ہوئی۔ تم تو تم تمہارے باپ اور دادا دونوں کے دونوں میرے سامنے بچے تھے۔ میں تم پر اعتراض نہیں کرتا مگر تم کو سمجھاتا ہوں میرا تجربہ تم سے وسیع، میری عمر تم سے بڑی، میری معلومات تم سے زیادہ۔ میں نے مزار حمید تم سے دو کپڑے زیادہ ہی پھاڑے ہوں گے۔ یہ کرتوت اچھے نہیں ہیں۔ خدا کے واسطے لڑکی کو روکو اور اس آزادی کو موقوف کرو۔

وحید۔ جس بات کو ایک دنیا سراہ رہی ہے جس سے سینکڑوں غریبوں اور مصیبت ماروں کو عید ہو گئی آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دنوں میں فرخندہ نے وہ کام کئے ہیں کہ جدھر وہ نکل جاتی ہے ادھر ہی ہزاروں دعائیں اس کو ملتی ہیں۔ اس نے خود تکلیف اٹھائی اور محلہ کو آرام پہنچایا۔ اس کی عمر بہلا اس قابل ہے۔ تیرھویں سال میں ہمدردی اور قومی جوش میرے تو فرشتوں نے بھی نہیں سنا تھا۔ مگر واہ ری دنیا کسی طرح چین نہیں۔ خدا اور اس کا رسول تو یہ کہے کہ رانڈوں اور یتیموں کا دل ہاتھ میں لو اور آپ لوگ ناک بھوں چڑھائیں۔

بزرگ۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں اور میرے کان میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں من اعان مظلوما اعان اللہ یوم القیٰمۃ لیکن اعانت مظلوم تو الگ رہی تعمیل احکام کے واسطے بھی یہ ضروری نہیں کہ مسلمان خاندانی شرافت اور آبائی جوہر کو ہاتھ سے کھو دے۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے جو ایک طرف مفید اور دوسری طرف مضر ہو۔ لیکن فرخندہ کے گن تو بربادی کے پچھن ہیں۔ کنواری بیٹیوں کا سوسے یہ خلا ملا۔ تن تنہا کوٹھیوں کی آمد و رفت کس خدا نے بتلائی ہے۔ "بھلے کے پاس بیٹھے چبائے ناگر پان۔ برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان"۔ بیٹا۔ تخم تاثیر صحبت کا اثر پرانی مثال ہے۔ میں تو یہی سن رہا ہوں کہ لڑکی ہر وقت ان ہی سوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور وہی رنگ ڈھنگ سیکھتی جاتی ہے۔

وحید۔ آپ بہتر کو بدتر۔ سفید کو سیاہ۔ ہنر کو عیب اور خوبصورتی کو بدصورتی سمجھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی آپ کی ہاں میں ہاں ملائیں میں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ایسی لڑکی دی۔ دنیا اس کی تعریف کر رہی ہے اور آپ مذمت۔

بزرگ۔ تمہاری رائے میں دنیا تعریف کر رہی ہوگی۔ مگر میں نے تو جس سے سنا بیزار اور جس کو دیکھا ہنستے ہوئے۔ ابھی ابتدا ہے۔ سمجھو اور سوچو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

(۵)

فرخندہ کی یہ زندگی جس پر باپ بہت کچھ نازاں اور اسقدر شاداں تھا کہ دوستوں میں اور عزیزوں میں دل سے اور زبان سے جہاں بیٹھتا اسی کا ذکر اور اسی کی تعریف کرتا یوں تو اور نگاہوں میں بھی قابل داد اور لائق ثنا تھی لیکن باوجود اس خدمت اور ریاضت کے خاندان کا بڑا حصہ کنبہ کے اکثر لوگ عزیزوں کی بڑی تعداد اور قوم کے متعدد افراد اس کی اس عنایت کو نفرت اور محبت کو حقارت سے دیکھ رہے تھے۔ فرخندہ کی یہ محنت کہ وہ صبح چھ بجے کی اٹھی رات گے دس دس اور گیارہ گیارہ بجے تک خلق اللہ کی خدمت میں مصروف رہتی۔ اپاہجوں کے بدن اور فقیروں کے پیٹ اس کے دم سے ڈھکتے اور بھرتے اس عمر میں کہ ابھی پوری طرح جوان بھی نہ ہوئی تھی سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل تھی۔ لاریب اسلام فرخندہ کی ہستی کو ان مسلمانوں میں جگہ دیتا جن کے سینے زندگی تک نور اسلام سے جگمگاتے رہے اور موت کے بعد صفا ولین میں جگہ ملی۔ مگر افسوس خلوص کی کسوٹی پر جس پر اسلام کا دار و مدار ہے فرخندہ پورا اترنا تو درکنار کسنے کے قابل بھی نہ نکلی۔ اس کی رسائی بیشک بڑے حکام کی بیویوں تک اسکا اثر یقینی یا اختیار لوگوں کی بیٹیوں اور بیویوں پر ہشن کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ کچھ شک نہیں اس کے ہاتھوں شہر میں تقسیم ہوا۔ کلکٹر کی رپورٹ میں اس کی خدمات آئینہ کی طرح صاف اور چاند کی طرح روشن ہیں مگر افسوس اسلام جس خلوص کا مسلمانوں سے متوقع ہے اس کی چھینٹ بھی فرخندہ کے اعمالنامے میں نہ تھی اور مذہب جو مسلمانوں کی زندگی کا روح رواں ہے اس سے بہت دور تھا۔ شہ کی شریف گردی سے جس نے بڑے بڑے رئیسوں اور نوابوں کو بھیک منگوائی حکومت اور راج کرنے والوں کو دوسروں کے رحم کا محتاج بنا دیا مرزا وحید کا خاندان بھی محفوظ نہ رہا۔ چار سالم گاؤں دو باغ ایک محلسرا ضبط ہوئی اور وحید کے باپ مرزا رشید کا آخری وقت ایسا گزرا کہ خدا دشمن کا بھی نہ گزرے۔ پردیس میں موت آئی آپ کہیں

بچے کہیں افراتفری کا زمانہ۔ سستی ستی کے دن۔ غریب کو فاتحہ تو درکنار گور گڑھا بھی مشکل ہی سے
نصیب ہوا۔ جب دہلی میں ہائل چلی وقت گزر گیا اور امن جمی ہوئی ہے تو مفرورین محسن پور گھر لوٹے۔
وحید کہنے کو تو رشید کا بچہ تھا مگر درحقیقت بچوں والا تھا۔ اوپر تلے کے دو لڑکے مر چکے
تھے وقت کو پہچانتا اور بات کو سمجھتا تھا۔ تعلقات بڑھانے میں جول شروع کیا۔ بیگناہی
کا یقین دلایا وفاداری کے حلف اٹھائے کوشش پوری اور سعی کامیاب ہوئی علاقہ
واگذاشت اور الزام بغاوت دور۔ بظاہر یہ وہ مسرت تھی جس نے کلفت کو راحت
سے۔ افلاس کو تمول سے ذلت کو عزت سے اور حقارت کو وجاہت سے بدل دیا۔ مگر
افسوس اس تغیر کے ساتھ اس انقلاب سے منسلک اور اس ترقی کے سلسلہ میں جو نئی مصیبت
پیدا ہوئی تکبر خودغرضی اور لامذہبی کا وہ آغاز تھا جو باپ سے چلا اور بیٹی پر ٹھہرا۔ وحید
سے شروع اور فرخندہ پر ختم ہوا۔ اس لئے فرخندہ کے افعال جوہر ذاتی کے علاوہ
ترکہ پدری تھا اور اگر اس کا اثر بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف دونوں باپ بیٹیوں کی ذات
تک محدود رہتا تو حاشا وکلا ہم کو شکایت نہ تھی۔ وحید نے الزام بغاوت دور کیا خوب کیا۔
درست کیا۔ جائز کیا اور کرنا چاہئے تھا اعزاز دنیوی اگر وہ نتیجہ رازنہ ہوا اسلام کا عین منشا
وجاہت زندگی اگر وہ معجزہ اور کرامت نہ ہو تلقین اسلام کا مقصد اصلی۔ لیڈری اور ریفارمری
کثرت زر اور تمول کی افراط اگر جذبات قوم کا خون گردن پر نہ ہو تو زہے نصیب۔ لیکن
مرزا وحید کا غضب یہ تھا کہ دین کو دنیا پر قربان کیا اور زندگی کے سامنے موت کو
فراموش کر ثمرہ اعمال و افعال دل سے قطعی بھلا دیا۔ وحید کی عمر کا بڑا حصہ تو نہیں مگر اکثر
وقت حکام کی چاپلوسی یا سلسلہ ملاقات ہی میں گزرتا۔ بڑے دن کی ڈالیاں ایسٹر
کے تحفے آئے دن کی دعوتیں تو مقررہ بات تھی۔ اگر یہ ملاقات توسیع تعلقات کا ذریعہ
اور یہ کارگزاری مطلب براری کا سبب ضروری تھی تو قابل اعتراض نہیں لیکن کچھ اور
باتیں تھیں کچھ اور سبب تھے۔ کچھ اور ہی باعث تھے جو مسلمانوں کے دلوں میں پھانس بنکر چبھے اور

زبان سے شکایت بنکر نکلے۔ ہمکو وحید سے زیادہ بحث نہیں ہم سے اس کی ذات صرف
اتنی متعلق ہی جس کا اثر فرخندہ کے حالات پر ہی اور اس لئے ہمارا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ
فرخندہ کی حالت میں اگر معاملات اور حالات کا دخل ضرور تھا تو تربیت اور صحبت کا
اثر بھی کچھ کم نہ تھا۔ یہی ان ہاتھوں میں پلی ان گودوں میں اور آنکھ کھولی ان لوگوں میں
لوگوں میں نہیں اس باپ کی آغوش شفقت اور سایہ محبت میں جس کا مذہب خوشامد جس کا
مقصد ترقی۔ جس کی غرض خودغرضی۔ یہ خیال کہ مغربی طوفان اہل اور زمانہ کی رفتار کو
گراں تھی۔ ایک خاص حد تک درست سہی مگر تربیت سونے پر سہاگہ اور صحبت مرے پر
سو دُرّے ہوئی۔ فرخندہ کی جوانی کا آغاز۔ وحید کی ضعیفی کی تمہید بھی نہیں دور وسطی
تھا۔ اور یہ وہ وقت تھا کہ انسان بشرطیکہ مسلمان ہو خودبخود ایمان کا مطیع ہو کر خدا کو
پہچان لیتا ہی۔ مگر اعزاز کے پردے وجاہت کی چلمنیں اس بُری طرح وحید کی آنکھوں پر
پڑی تھیں کہ اسکو خواب میں بھی صرف یہی صورتیں نظر آتی تھیں۔ ایسے باپ کی بیٹی ایسی
تربیت کی بچی جس حد تک بھی رفتار زمانہ کا ساتھ دیتی بجی تھی۔

(۶)

فرخندہ بیگم میں تمکو مبارکباد دیتی ہوں کہ تمہاری خدمات پر گورنمنٹ نے اظہار
رضامندی فرمایا۔ اور ایک سونے کی گھڑی عطا کی جو کلکٹر صاحب کی میم اپنے ہاتھ سے
جلسہ سنگ بنیاد میں تمکو دیں گی۔ افسوس یہ ہی کہ باوجود ہماری اس قدر سخت کوششوں
کے مسلمان تعلیم نسواں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے اور ان کا شمار اس رفتار میں ہر قوم سے
کم ہے۔ گورنمنٹ اپنا فرض ادا کر رہی ہی۔ ہم لوگ دن رات محنتیں اور خوشامدیں کر رہے
ہیں مگر تعلیم کی خوبی ابھی تک مسلمانوں کے ذہن نشین نہیں ہوئی۔ پہلا رسالہ جسکا نام
"تعلیم نسواں کی خوبیاں" تھا دس ہزار تقسیم کیا گیا۔ لیکن جس کامیابی کی توقع
تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ اب ہمارا خیال ہی کہ ہر محلہ میں ایک ریڈنگ روم مسلمان خواتین کے

واسطے مشن کی طرف سے بنا دیا جائے۔ جہاں ہر قسم کی کتابیں اخبار اور رسالے ہر وقت موجود رہیں۔ چار محلوں میں زمین کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ اپنے محلہ میں کوئی جگہ تجویز کیجئے اس کا روپیہ آپ کو مشن سے ملیگا۔ آپکے خیال میں کون سی جگہ مناسب ہوگی۔

فرخندہ۔ سموسے کے پاس جو آپ نے دونوں مکان دیکھے ہیں۔ ایک میں تو بڑھیا اور دوسرے میں تیل والی رہتی ہے وہ دونوں ہمارے ہی ہیں اور حاضر ہیں۔

مس واکر۔ وہ مقام تو موزوں ہے مگر وہاں ایک چھوٹا مکان اور ہے۔

فرخندہ۔ جی ہاں وہ چھوٹی سی کو لگی ہے وہ بھی آسکتی ہے۔ ہماری ہی ایک غریب عورت اس میں رہتی ہے۔

مس واکر۔ وہ خوشی سے دیدے گی۔

فرخندہ۔ بے شک۔ نہ کیوں دیگی، ہم اس کو قیمت دیں گے۔

مس واکر۔ وہ کون عورت ہے۔

فرخندہ۔ ایک رانڈ ہے جس کو ہر وقت روپے کی ضرورت رہتی ہے اور اس طرح ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کر سکیں گے۔

مس واکر۔ آپ آج اس سے طے کر لیجئے، ہم مستری کو بھیجدیں۔

فرخندہ۔ اسے طے ہوا سمجھیئے۔ آپ نقشہ بنوانا شروع کیجے۔

(۷)

مرزا رشید اگلے زمانے کا سیدھا سادھا آدمی جب تک زندہ رہا مجید اور وحید دونوں لڑکوں کو کلیجے سے لگائے رہا۔ جب املاک خاک میں مل گئی اور جان کے لالے پڑے تو گھر بار چھوڑ باہر نکلا۔ ارادے وسیع اور ہمت بڑی تھی مگر موت کے آگے سب پست ہوئے۔ باپ کے بعد اس مغلیہ خاندان کی باگ ان دونوں بھائی وحید اور مجید کے ہاتھ میں تھی۔ مجید پانچوں وقت کا نمازی خلیق و منکسر، سچا انسان اور پکا مسلمان تھا۔ غریبوں سے

رغبت، امیروں سے نفرت۔ خوشامد سے دور تصنع سے بیزار۔ جب تک جیا ایسا جیا
کہ جس رستہ نکل جاتا۔ لوگوں کی نگاہیں اُٹھ جاتیں۔ صبح کی نماز سے فرصت پا
نکل کھڑا ہوتا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور چھانٹ چھانٹ کر غریبوں سے ملتا اور فقیروں کے
ہاں جاتا۔ برائے نام کے جان پہچان اور دور دور کے رشتہ دار کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا
ممنون احسان نہ ہو۔ اسی کا بھائی وحید تھا جو امیروں پر شہد سمجھ کر مکھی کی طرح گرتا اور
غریبوں سے لاحول سمجھ کر شیطان کی مانند بھاگتا۔ نفس کا غلام مطلب کا بندہ۔ خوشامد کا
عاشق! اعزاز کا شیدا۔ دنیا کا دوست۔ دین کا دشمن۔ آدمی کی اوٹ میں جانور اور مسلمان
کے بھیس میں کافر۔ علاقہ واگذاشت ہوا۔ ہوا تو بے شک وحید کی کوشش اور وحید کی بھاگ
دوڑ ہی سے۔ مگر دونوں ایک باپ کی اولاد۔ ایک ماں کے بچے۔ وارث شرعی دونوں ہی تھے
وحید نے چپہ چپہ اور تل تل پر قبضہ کر دودھ کی مکھی کی طرح بھائی کو نکال باہر کیا۔ مجید
ان جھگڑوں سے الگ تھلگ اور ان معاملوں سے دور رہنے والا آدمی ان چالاکیوں کو
کیا سمجھتا تھا۔ ایک آپ اور ایک بیوی کل دو دم تھے مطلق پرواہ نہ کی۔ یہ وحید کی
علانیہ غلطی اور صریح بیوقوفی تھی۔ اگر بھائی کی زندگی تک صرف اس کا دل خوش
کرنے کو آدھی کیا ساری جائداد اس کو دے دیتا تو مجید اس قماش کا آدمی تھا کہ غلاموں
کی طرح بھائی کا فرمانبردار اور نوکروں کی مانند ہوں پر تیار رہتا۔ مجید کے بعد اور وارث
ہی کون بیٹھا تھا۔ یوں بھی سعید اور یوں بھی۔ دنیا اور دین دونوں کما لیتا۔ مگر دل میں
کھوٹ ایمان میں نقص طبیعت میں خرابی۔ ترکہ کس کا اور ورثہ کیسا۔ اس کا رہنا بھی گوارا نہ
ہوا۔ محلسرا کے ایک کونہ میں دونوں میاں بیوی رہتے تھے کھانے سے غرض نہ پینے سے واسطہ
بھائی بھاوج نے جو بھیج دیا وہ کھا لیا۔ جو بنا دیا وہ پہن لیا۔ چار پانچ ہزار کا زیور بیوی
کے پاس تھا وہ راہ خدا میں لٹا دیا اور اب کہ کوئی سہارا تک نہ تھا وحید نے
یہ سمجھ کر کہ کہیں مجید رنگ نہ لائے اس کا یہاں ٹھہرنا بھی قبضہ کی

ذلیل ہو گی۔ اتنا ذلیل کیا کہ سب کے سامنے منہ در منہ کہدیا کہ میرے ہاں جگہ نہیں تم کچھ اور فکر کرو۔ مجید کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ وہ اس دن کے واسطے پیدا ہی نہ ہوا تھا کہ کسی کو رنجیدہ کرتا۔ وحید کھڑا دیکھتا رہا اور مجید اپنا اسباب بغل میں مار بیوی کو چادر اُڑھا ساتھ لے محل سرائے سے چل دیا۔ خلق کا حلق بند اور دنیا کی زبان رکی نہیں جا سکتی۔ مجید نے تو پرواہ نہ کی۔ اندر رہا تو خوش اور باہر رہا تو خوش۔ مگر لوگوں نے وحید کو نکو بنانے میں کسر نہ کی۔ وحید کے ایک بزرگ حقیقی چچا تو نہ تھے مگر وہ چچا تھے جن کی عزت ہمیشہ رشید نے اتنی کی کہ اُٹھ کر لیا۔ اور کھڑے ہو کر ملا۔ یہ سنکر کہ وحید نے مجید کو محلسرا سے باہر نکال دیا۔ دنگ رہ گئے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ باندی ہاتھ میں لے سر پر کھڑے ہوئے۔ تھے تو بڈھے اور بڈھے بھی پھونس مگر مرزائی کس بل موجود تھا۔ ڈاڑھی چڑھی ہوئی۔ موچھیں مڑی ہوئی خضاب لگا ہوا۔ کمر پٹکا بندھا ہوا۔ وحید گاؤں کے کاغذات اور داخل خارج کے مقدمات دیکھ رہا تھا۔ پشت پر ہوئی آہٹ پلٹ کر دیکھا تو مرزا آغا۔ خون ہی تو خشک ہو گیا۔ چچا کی حیثیت سے الگ ہو کر بھی مرزا آغا اس کینڈے کے انسان اور بگڑے دل آدمی تھے کہ تقریر اور گفتگو کو چھوڑ کر باوجودیکہ بدن میں رعشہ اور کمر جھک گئی تھی ہاتھ پاؤں سے بھی وحید جیسے دو کو بہت تھے۔ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وحید کو صورت دیکھتے ہی سہم گیا۔ کاغذ چھوڑ چھاڑ اور آدمیوں کو ہٹا بڑو دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ مرزا صاحب بیٹھ گئے تو گردن نیچی کر سامنے آبیٹھا۔ دونوں خاموش تھے۔ کچھ دیر اسی طرح گذری اور پھر مرزا صاحب نے ایک جمائی لیکر فرمایا۔

مرزا جی۔ کہو بھائی وحید۔ سنا ہی میاں مجید چلے گئے یہ کیا معاملہ ہے۔

وحید۔ جی ہاں چلے گئے۔

مرزا جی۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ چلے گئے مگر پوچھنا یہ ہے کہ کیوں چلے گئے۔

وحید۔ وہ تو اپنی ذات سے بہت ہی میاں آدمی ہیں مگر مہ جنگل کی عورتوں کا حال

آپ جانتے ہیں۔ عورتیں کیا بس کی گانٹھ ہیں۔ میں نے ہمیشہ اُن کی سہی اور اُف نہ کی۔ اسی لئے کہ گھر کی ہوا نہ بگڑے۔ اب اس نیک بخت نے یہ فتنہ کھڑا کیا کہ بڑا کمرہ ہم کو دو نہیں تو ہم جاتے ہیں۔ مجھے تو اس میں بھی عذر نہ تھا۔ مجید کیا غیر ہیں۔ اول بھی اُن کا اور آخر بھی اُن کا۔ مگر وہ تو فقط جانا تھا۔ کمرے کا سچ مچ بہانہ تھا۔ میاں کو ساتھ لے چلی گئیں۔ سو میں انشاءاللہ جاؤں گا منت کروں گا۔ ہاتھ جوڑوں گا۔ مگر لاؤں گا ضرور۔ اب دنیا کو کیا خبر کہ اصلیت کیا ہے۔ آپ بزرگ تھے۔ دریافت کرنے آگئے۔ اصلیت معلوم ہو گئی۔ دوسرے تو میرا ہی قصور سمجھیں گے۔ کیوں چچا جان وہ جو زرا اُن سے سیر کا جھگڑا چل رہا تھا اس کا کچھ فیصلہ ہوا یا نہیں یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ سیر کو خود کاشت بنائے دیتا ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ فرمائیے تو چار دن میں بدمعاش کو ٹھیک بنا دوں ذرا کاغذات تو مجھے بھیج دیجئے۔

مرزا جی۔ اس سیر اور خود کاشت کو تو معاف کیجئے۔ مطلب کی بات کہئے۔ جس کے واسطے میں آیا۔ اور جو تم سے طے کرنی ہے۔ تم میری آنکھوں میں خاک جھونکتے ہو۔ کل کے بچے اصلی بات اڑا کر سیر خود کاشت کا جھگڑا لے بیٹھے۔ میں بڈھا ضرور ہوں۔ مگر یہ سمجھنا کہ سٹھیا گیا۔ تم جیسے چھوکرے تو میرے ناخونوں میں بھرے پڑے ہیں مجید اور اسکی بیوی دونوں میاں بیوی آدمی نہیں گائے ہیں۔ بھلا وہ بدنصیب تم سے محلسرا کا کیا دعویٰ کرتا اور وہ تقدیر پھوٹی جو ہر حال میں راضی اور ہر رنگ میں خوش کیا فتنہ اُٹھاتی اُن کے تو ماں باپ نے کبھی فتنہ فساد نہ سنا ہوگا۔ میں پہلے وہیں گیا تھا اور وہیں سے آرہا ہوں۔ بہتیرا کہا ہر چند سمجھایا۔ لاکھ کوشش کی کہ مجید آج ہی تم پر تقسیم جائداد کا دعوے کردے اور میں دیکھ لوں کہ تم کس کے بچے ہو کہ مرزا رشید کے مال میں سے مجید جیسے لال کو محروم کردو۔ مگر کٹ جائے اُن کی زبان اور پھوٹے ان کا منہ جو ایک حرف شکایت کا لب پر آیا ہو دونوں خوش ہیں اور جسطرح پہلے تمہارے دعاگو تھے آج بھی ہیں۔

گریبان میں منہ ڈالو اور سوچو واقعات پر نظر ڈالو اور غور کرو حقیقی بھائی برابر کا بازو اور سر بدلے کا سر باپ کی یادگار۔ ماں کی نشانی مجید اور اس کی بیوی ڈیڑھ گز تھگلی میں جہاں پوری چارپائی بھی نہ بچھ سکے ٹوٹے ہوئے کھٹولے پر پھٹے ہوئے کپڑے پہنے زندگی بسر کریں تم اور تمہاری بیوی تمہارے بچے اس عظیم الشان محلسرا اس جگمگاتی حویلی اس قلعہ مکان میں میزیں کرسیاں لگائے دری قالین بچھائے نواڑی پلنگوں پر چادروں اور توشکوں پر پڑے حکومت کرو۔ تم انسان نہیں پتھر اور مسلمان نہیں کافر ہو۔ بھائی کی غربت اور بھاوج کی مصیبت پر تمہارا دل نہ پسیجا۔ وحید پھوٹ جاتیں آنکھیں جس وقت دیکھتیں کہ بھائی بیوی کا ہاتھ پکڑے باپ کے مکان سے نکل رہا ہے اور غارت ہو جاتا یہ دل جس نے گوارا کیا کہ پردہ نشین بھاوج جسکو تیرا باپ پالکی میں بٹھا کر اس گھر لایا تھا۔ بغل میں بچھونا دئے محلسرا سے رخصت ہو رہی ہے۔ میں کوئی نہیں۔ عالم نہیں۔ عابد نہیں زاہد نہیں دنیا میں پھنسا اور گناہوں میں آلودہ مگر میری روح لرز گئی جب میں نے یہ واردات سنی بتاؤ کس طرح تمکو اس محلسرا میں اس پلنگ پر نیند آ گئی۔ کیونکر تمہارے حلق سے یہ تر نوالے یہ لذیذ کھانے اتر گئے۔ اس حالت میں اور اس آفت میں کہ بھائی بھاوج گٹھری کھٹیا پر بھوکے پڑیں۔ مجید وہ بھولا شخص اور اس کی بیوی وہ سیدھی عورت ہے جسکو دیکھکر کافر کا جی بھی ایک دفعہ مسلمان ہونے کو چاہ جائے۔ تو اتنا کچھ کر رہا ہے اور اپنی دانست میں بہت کچھ عزت بہت بڑی صاحبی اور سب سے زیادہ نام پیدا کر لیا۔ مگر ہماری نگاہ میں تیرا اعزاز تیری وقعت تیرا نام تیری عزت خدا کی قسم دو کوڑی کی۔ عزت مجید اور اس کی بیوی کی ہے۔ اس مفلسی اور غربت میں سارا محلہ اور اُن کا کلمہ پڑھ رہا ہے آج شہر بھر میں ایک متنفس ایسا نہیں جو انکے پسینہ پر خون بہانے کو تیار نہ ہو جائے میں جانتا ہوں کہ مجید کا خسر مر گیا مگر یاد رکھ کہ اس کی بیوی بے وارثی نہیں ہے۔ خدا وارثہ کے لوگ اگر اڑتی سی خبر سن پائیں گے تو لکھنؤ سے مغل زادی کے قدموں پر خون کے نالے بہ جائیں گے۔ میں

سچ کہتا ہوں مغل اگر بگڑ گئے تو تیری تکا بوٹی کر دیں گے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ دنیا تیرے پیچھے پڑ گئی اور اب تجھکو سوا ترقی کے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ مگر اچھی طرح سمجھ لے کہ مغل سب کچھ اگلوا لیں گے۔ وحید اب بھی سنبھل جا۔ ہاتھ جوڑ اس بھائی کے آگے جو تیرا باپ ہے اور پاؤں میں گر اس بھاوج کے جس کے ساتھ تیرے باپ کی لاج اور جس کے ہاتھ تیرے دادا کی آبرو ہے۔

آکا مرزا کی تقریر ختم ہوتے ہی کس کا سوال اور کیسا جواب، کہاں کا قیام اور کدھر کا انتظار، سیدھا اٹھ کان دبا۔ ٹوپی اوڑھ بھائی کے پاس۔ دونوں میاں بیوی بیٹھے روٹی کھا رہے تھے۔ وحید کی صورت دیکھتے ہی بھاوج اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔ آؤ بھائی کھانا کھاؤ۔ دیکھو کیسے مزے کی بیسنی روٹی ہے۔ چٹنی بھی ان دنت بہار دکھا رہی ہے۔

وحید۔ میں تو کھا کر آیا ہوں۔ بسم اللہ کرو۔

بھاوج۔ ایک آدہ نوالہ تو کھاؤ۔ دیکھو تو سہی کیسے مزے کی پکی ہے۔

وحید۔ واقعی میں کھا کر آیا ہوں نہیں تو ضرور کھا لیتا۔

بھاوج۔ میرے کہنے سے ایک ٹکڑا توڑ تو سہی گرما گرم ہے۔

وحید۔ نہیں اس وقت تو معاف کرو۔

بھاوج۔ اچھا نہیں سہی جانے دو۔

مجید۔ یہ میری اچکن ادھر بچھا دو اس پر بیٹھ جائیں گے۔ لو بھائی بیٹھو۔

وحید۔ میں تو اس لئے آیا تھا کہ میں نے کچھ کہا اور تم کچھ سمجھے۔ میں گاؤں چلا گیا تھا۔ اب جو آ کر دیکھا تو تم یہاں ہو۔ میری زندگی تک تو بہتی تم دونوں میرا ساتھ چھوڑو نہیں میرے بعد اختیار ہے۔

مجید۔ اچھا یہی تو ہم پھر وہیں چلے چلیں۔

وحید۔ ہاں چلئے۔

بھاوج۔ تو ہم ذرا روٹی تو کھالیں ابھی چلتے ہیں۔

وحید۔ ہاں روٹی کھاکر دونوں آجائیے۔

وحید یہ کہکر چلا گیا تو دونوں میاں بیوی بہت خوش ہوئے۔ مجید نے بیوی کی طرف دیکھا اور کہا۔

بھائی کی محبت بھی اللہ نے کیا بنائی ہے اس وقت تو ضرورت ہوئی اس لئے کمرہ خالی کرالیا۔ پھر جی گھبرایا تو بلانے آگئے۔

بیوی۔ سیدھے آدمی ہیں ہیر پھیر نہیں آتی۔ چلو جلدی چلے چلو۔ ایسا نہ ہو وہ راہ دیکھ رہے ہوں۔

مجید اتنا سیدھا اتنا سچا۔ اتنا صاف کہ ترکہ گیا ورثہ گیا۔ حصہ گیا حق گیا، گھر گیا بار گیا مگر وہ اللہ کا بندہ مصیبت کی گھڑی آکر پڑی تو خاک نہ سمجھا۔ وحید ایسا ہشیار ایسا مکار۔ ایسا کھوٹا کہ گاؤں لئے محلسرا لی۔ مال لیا متاع لیا۔ زیور لیا۔ جائداد لی اور پھر بھی چین سے نہ بیٹھا۔ آکا مرزا کی تقریر وحید کی روشنی طبع کے لئے بلا ہوئی۔ اور اسے پورا کھٹکا ہو گیا کہ سو بسوے تو میرے جیتے ہی جی ورنہ میرے بعد نخل زادے چپکے رہنے والے نہیں۔ یہ وہ شورہ پشت لوگ ہیں کہ کوڑی کوڑی اور دام دام کھوالیں پھر بھی چین سے بیٹھیں نہ بیٹھنے دیں۔ مجید کی زندگی میری تمام امیدوں کا خون اور کل آرزوؤں کو پامال کرنے والی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ انسان کی جان گاجر مولی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی اور روز صبح کو چاندماری کے میدان میں بیسوں باغی بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوتے تھے۔ وحید کے اشارے کی دیر تھی۔ مجید باغیوں میں گرفتار ہو مقتل میں بھیجدیا گیا۔ مغلوں نے بہت زور لگائے ہر چند چیخے پیٹے کوشش بھی کی سفارشیں بھی بلکہ پھانسی سے ایک روز قبل سارے محسن پور نے مجید کی بیگناہی کی شہادت دی مگر وحید کی گرہ

ایسی بودی نہ تھی کہ کھل جاتی جس وقت پھانسی کی خبر مجید کی بیوی صغیرہ کو پہنچی ہے، تو رات کا ابتدائی حصہ تھا۔ اس کی صداقت دیور کی شرارت کا شبہ بھی نہ کر سکی۔ روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔ سنا ہے صبح کو پھانسی ہو گی وہ تو کسی کے لینے میں نہ دینے میں بھیا تو ہی حاکم سے جا کر کہدے کہ وہ بے قصور ہیں۔

وحید (روکر) بھابی میں تو آج تین دن سے اسی چکر میں پھر رہا ہوں۔ چا کی ایک پیالی کا گنہگار ضرور ہوں۔ روٹی اگر کھائی ہو تو حرام سور۔ ہر وقت رو رہا ہوں ہائے بھائی کو کہاں سے لاؤں۔

دیور کی گفتگو سنکر سچا دل اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ کہنے لگی ,,تو اب بچنے کی کوئی امید نہیں،،

وحید۔ ہاں اب تو اللہ ہی اللہ ہے۔

خاموش ہو کر اپنی کوٹھری میں آگئی۔ تھوڑی دیر بیٹھی ہو گی کہ جی گھبرایا۔ باہر نکلی چاند کی روشنی نیم کے درخت سے چھن چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور پتیاں قلب مضطر کی بے گناہ آرزوں اور معصوم حسرتوں کو خاموشی سے تک رہی تھیں دل بجھ گیا تھا زبان خاموش تھی اور ایک ایک کو اس امید پر دیکھ رہی تھی کہ شاید کوئی مجید کو چھڑالائے۔ دفعتہً وحید نے آکر کہا۔ تم پریشان نہ ہو۔ ممکن ہے صبح کو چھوٹ جائیں میں نے کوشش تو بہت کی ہے۔ اتنا سنتے ہی اچھل پڑی۔ آدھی رات کا سنسان وقت تھا جب ایک مظلوم عورت ان الفاظ کا یقین کر کے ظالم دیور کے قدموں میں گر پڑی اور کہا۔

,,خدا تیری عمر دراز کرے بھیا ہم تو الگ تھلگ رہنے والے آدمی ہیں بھلا ہمیں ان باتوں سے کیا واسطہ تو نے بڑا احسان کیا۔ اللہ تیرے بچوں کی عمر دراز کرے،،

مایوس دل کا امیدوار ہونا تھا کہ چہرے کی افسردگی بشاشت سے بدل گئی خیال آیا اتنے

روز سے بھوکے ہیں، وہاں کس نے کھلایا ہوگا۔ روٹی پکالوں صبح ہی کھلادونگی۔ اُٹھی آٹا گوندھا۔ روٹی پکائی۔ دال چڑھائی۔ رات گھڑیاں گن گن کر کاٹی اور وقت خدا خدا کرکے گذارا۔ ادھر موذن نے اللہ اکبر کی صدا دی ادھر بدنصیب مغل زادی سفید چادر سر پر ڈال مقتل میں پہنچی آفتاب نکل چکا تھا۔ چاروں طرف پھانسیاں گڑی ہوئی تھیں اور باغیوں کا گروہ پا بجولاں موجود تھا۔ دور سے دیکھا۔ اور بے تاب ہوکر قریب پہنچی۔

بیوی۔ چلو اب گھر چلو نہ۔

مجید۔ مجھے تو پھانسی کا حکم ہے۔ اب ہو گی۔

بیوی۔ نہیں تو۔ وحید کہتا تھا چھٹ جائیں گے۔

مجید۔ اس کو کیا خبر بچہ ہے۔ کل حکم ہوگیا۔

بیوی۔ تو کس نے پکڑوادیا۔ ہم نے تو خدا گواہ ہے کچھ نہیں کیا۔

مجید۔ خیر مرنا تو ہے ہی جس طرح اللہ کی مرضی ہو۔

بیوی۔ پھر اب کیا ہوگا۔ ارے بھئی ہم سے تو قسم لے لو۔ جو ہم نے کچھ بھی کیا ہو ہم تو غدر کے دنوں میں گھر سے باہر بھی نہیں نکلے۔

مجید۔ بس صبر کرو اللہ ہی اللہ ہے۔

بیوی کھڑی دیکھتی رہی اور مجید پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

بیوی کی نگاہ شوہر کے چہرے پر رہی اور جسم بیجان تختہ سے نیچے لٹک گیا۔ لوگ اپنے اپنے مردوں کو لیکر چلے گئے تو صغیرہ نے شوہر کی لاش دیکھی۔ اس کے قریب آئی سر اٹھا کر گود میں لیا اور وہیں گڑوادیا۔ اب اس کی دنیا اور دنیا کے تمام تعلقات زندگی اور زندگی کی تمام کائنات یہ ڈیڑھ دو گز زمین تھی۔ جہاں دن رات پڑی رہتی۔ جنگل کی ڈراونی راتیں تنہائی کی وحشتناک گھڑیاں آتیں اور گذر جاتیں۔ دن کو جب

بھوک لگتی تو کبھی شہر کی طرف چلی آتی۔ ورنہ اسی سمت رُخ کر دیتی اور وہ نکل جاتی۔ مہمان نواز درخت مسافر نوازی میں کسر نہ رکھتے اور جو کچھ موجود ہوتا فراخدلی سے قدرت کی اس تصویر کے سامنے رکھتے، جو کائنات کی قابل ناز ہستی تھی۔ جاڑوں کی کڑکڑاتی سردی بادلوں کی آفت ناک گڑگڑاہٹ۔ بجلی کی قیامت خیز چمک گیدڑوں کی چیخم دہاڑ اور سانپوں کی پھنکار کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو صغیرہ سے شوہر کی قبر چھڑوا دیتی۔ جھاڑو نہ تھی۔ مگر اپنے ہاتھ سے اس کو لیپتی پوتتی۔ جھاڑتی پونچھتی۔ کنوؤں سے پانی لاتی جنگل سے پھول چنتی اور بے گناہ شوہر کی قبر کو گلدستہ بناتی۔ خوش ہوتی۔ روتی۔ چومتی اور ہاتھ پھیرتی اور اسی طرح جب نیند کا غلبہ ہوتا تو پائنتی پڑ رہتی۔ جب فتنہ کم اور پھانسیاں موقوف ہوئیں تو یہ قطعہ جہاں ہزارہا بندگان خدا دنیا سے رخصت ہوئے جنگل بیابان رہ گیا صغیرہ نے خود ہی چاروں طرف کچی دیواریں چنکر لکڑیوں کی چھت بنالی۔ میکے والوں نے بہت چاہا منت کی سماجت کی سمجھایا بجھایا۔ مگر کامیاب نہ ہوئے اور اسطرح صغیرہ بے گناہ شوہر کی قبر پر اپنی زندگی بسر کرنے لگی۔ دنیا کی ہر چیز ترقی کر رہی تھی حسن پور کے جنگل بھی آبادی سے بدلے اور یہ حصہ جہاں برسوں بھی چراغ نظر نہ آتا تھا۔ گلزار بن گیا۔ ہر طرف آبادی ہوئی دکانیں نہیں۔ مکان بنے۔ یہ تھی وہ جگہ جو ممو سہ کہلاتی تھی اور جہاں وہ مکان حمید کے اور یہ چھوٹا سا گھونسلہ صغیرہ کا تھا۔

(۸)

مسس وا اگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس زمین کے دینے میں کچھ عذر ہے۔ مگر یہ تو ثواب کی بات ہے لوگ فائدہ اُٹھائیں گے ہم آپ کو اس کی پوری قیمت دیں گے۔

فرخندہ۔ جی نہیں تکلیف نہیں ان کی عادت ہی خاموش رہنے کی ہے ان کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ قیمت کی ضرورت نہیں یہ ان کی زرخرید نہیں ہے۔ زمین سرکاری ہے۔

وحید۔ آپ کو ضرورت ہی تو شوق سے لیجئے۔ اس عورت کو میں جانتا ہوں میں اس کو اپنے ہاں جگہ دے دونگا۔

مس واکر۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ یہ قبر کس کی ہی۔

صغیرہ۔ میں چلی جاتی ہوں۔ آپ لے لیجئے۔

مس واکر۔ آپ اسے معاوضہ پر بہ خوشی دے سکتی ہیں۔ یہ کس کی قبر ہی۔

صغیرہ۔ میں روپیہ کیا کروں گی۔ آپ ہی کی زمین ہی لے لیجے آپ اس قبر کو توڑینگی۔

مس واکر۔ ہاں یہاں ایک پختہ عمارت بنے گی۔

صغیرہ۔ بہت اچھا۔

وحید۔ مس صاحب آپ ہندوستانیوں کی عادت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ تو عجیب خلقت کے لوگ ہیں۔ جس قدر انسانیت برتئے اسی قدر سر پر چڑھینگے

مستری آؤ۔ ناپو۔ بیٹی تم باہر آجاؤ۔

صغیرہ۔ یہ قبر ابھی ٹوٹے گی۔

فرخندہ۔ اب ہی ٹوٹے یا کبھی ٹوٹے اس میں کہا کیا ہی۔ قبر کی پرستش بہت ضروری ہی؟

صغیرہ۔ نہیں تو۔ اچھا لے لیجئے...... یہ قبر ابھی ٹوٹے گی۔؟

وحید۔ کہہ تو دیا کہ ہاں۔ اب گھڑی گھڑی پوچھنے کی کیا ضرورت ہی۔

مس واکر۔ فرخندہ بیگم آپ اتنے اس کام کو شروع کرائیے۔ میں ذرا ادہر ہو آؤں

مس واکر چلی گئی۔ صغیرہ نکلکر باہر کہڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے وہ مٹی کا ڈہیر جس کے پھاوڑے کی ہر چوٹ صغیرہ کے دل پر پڑی برابر ہو گیا جب شام ہو چکی ہی اور مزدور چلے گئے تو وہ ایک دفعہ رات کے وقت پھر یہاں آئی بیٹھی اس کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے اس مقام پر گرے جہاں مجید کی روح نے عالم بالا

کو پرواز کیا۔ اور جہاں اس کا جسد خاکی دبا ہوا تھا وہ اٹھی اس وقت اس کے قلب کی وہ کیفیت تھی جو پھانسی کے وقت اس پر گذری وہ سمجھتی تھی کہ شوہر ہمیشہ کو چھوٹ گیا۔ اب اس کی ہڈیاں میرے سامنے موجود ہیں۔ انکو اس کی بجائے گلے سے لگاؤنگی مگر اس وقت دنیا کی ضرورتیں بدنصیب بیوی کو ان ہڈیوں سے جدا کر رہی تھیں رات اسی طرح گذری اور جب آفتاب سر پر چمکا تو اس زمین کو بوسہ دیا۔ آنکھیں ملیں اور یہ کہکر چلی اب انشاءاللہ قیامت کے روز ملیں گے

(۹)

فرخندہ کی جوانی جاڑوں کی چاندنی نہ تھی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ بڑے بڑے نام تھا محلہ میں تو مشکل ہی سے کوئی ایسا ہوگا جس نے اس کے چہرہ کی زیارت نہ کی ہو لیکن پر محلے کے لوگ بھی اس فخر سے محروم نہ تھے۔ اس کے لباس کا شہرہ ہر گھر میں پہنچ چکا تھا۔ اس کی گفتگو کا ڈھنگ اس کے ملنے کا طریقہ اسکی بات چیت سب کے کانوں میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ بساط تغیر پر اکیلی نہ تھی کچھ اور لڑکیاں بھی اس کی مرید تھیں جو اس طرح کھلم کھلا تو کینچلی نہ بدل چکی تھیں مگر اس کی صحبت میں خوشی سے رہتیں اس کے کاموں کو سراہتیں اور اس کے اطوار کو سر آنکھوں پر رکھتیں۔ بیچارے سیدھے سادے مغلوں کی تو ہستی کیا تھی کہ اس کی شادی کا خیال بھی دل میں لا سکتے۔ اس کی کھپت اگر ہو سکتی تھی تو انہی لوگوں میں جو اس کی زندگی کے مداح اور اس کے اعمال کو جائز سمجھے ہوئے تھے اور جن کی زبان و قلم سے ترقی قوم کے ساتھ پہلا فقرہ یہ نکلتا تھا کہ جب تک لڑکیاں تعلیم یافتہ نہ ہوں لڑکوں کی تعلیم فضول ہے۔ مگر جنہوں نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ لڑکیوں کو تعلیم کس ذریعہ سے دیجائے گی۔ اسی گروہ کی خواہشیں تھیں ان ہی لوگوں کے پیغام تھے ان ہی کی منت سماجت تھی اور ان ہی کی فریفتگی و گرویدگی۔ وحیدہ کا خیال بھی کچھ چھپا ڈھکا نہ تھا کہ میری رائے میں خاندان کی تلاش۔ حسب نسب کی پرچول۔ ذات ذمات

کی ٹٹول فضول ہے۔ لڑکا پڑھا لکھا ہو صورت شکل کا ہو۔ ذاتی جوہر ہوں کنبہ والے تو اتنا سنتے ہی کنارے ہوئے اور اگر کسی نے بے غیرت بنکر کہا بھی تو اپنا سا منہ لیکر چپکا ہو گیا۔ ہاں منظور ہوئی تو درخواست ایک نو مسلم کی جس کے باپ کا پتہ نہ دادا کا نشان مگر بی اے تھا وکیل تھا اور ڈھائی تین سو روپے ماہوار کما بھی لیتا تھا۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے بیخبر بھی نہ تھے۔ نصیر فرخندہ کو اور فرخندہ نصیر کو ایک دو دفعہ نہیں بارہا دیکھ چکے تھے اور گو ٹھیک نہیں معلوم مگر تعجب کیا ہے کہ ایک آدہ دفعہ بات چیت بھی ہو گئی ہو۔ کیونکہ مشن کے کاموں میں نصیر کا حصہ بھی فرخندہ سے کم نہ تھا۔ فرخندہ کی ماں کہنے کو تو وحید کی بیوی تھی اور امید بھی یہ تھی کہ وحید اور فرخندہ کی صحبت نے پورا نہیں تو نیم تر تو بنا ہی دیا ہوگا۔ مگر اس بدبخت پر بچپن کا کچھ ایسا رنگ چڑھا تھا کہ وحید کی عمر سمجھاتے گذر گئی۔ بگڑا اوہ، خفا وہ ہوا۔ سمجھا کر اس نے کہا۔ بجھا کر اس نے کہا۔ چمکار کر کہا منت سے کہا مگر اس اللہ کی بندی پر اثر نہ ہوا۔ وحید اور فرخندہ دونوں باپ بیٹیاں اس کی نماز پر ہنستے اس کے وظیفوں پر لوٹتے۔ مضحکہ اڑاتے ٹھٹھے لگاتے مگر وہ چھپکر آنکھ بچا کر کوٹھری میں جاتی۔ کمرہ میں پہنچتی اور فرض ادا کر لیتی۔ بات قریب قریب پختہ ہو گئی تو نصیر نے لیڈی ڈاکٹر کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ فرخندہ کی صحت کا اطمینان کرے اور اس کی تعلیم وغیرہ کے متعلق رائے دے۔ یہ منظر ماں کی نگاہ میں وہی معنی رکھتا تھا۔ جیسے لڑکے والیاں بات ٹھہرانے اور لڑکی کو دیکھنے کے واسطے آتی ہیں۔ وحید نے بیٹی کی موجودگی میں بیوی سے صرف اتنا کہدیا کہ مسٹر نصیر کا خط آیا ہے آج ساڑھے تین بجے لیڈی ڈاکٹر لڑکی کو دیکھنے آئیں گی۔

فرخندہ کے دل کی کیفیت تو آگے چلکر معلوم ہو گی کہ باپ کے الفاظ نے اس پر کیا اثر کیا۔ مگر ماں بیچاری کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کی حالت اس طالبعلم سے کم نہ تھی جو امتحان کے واسطے رات بھر جاگتا اور اللہ اللہ کرتا ہے بیٹی کو پاس بلایا

اور منہ پھیر کر تمام زیور، ڈھیلے پائچوں کا پاجامہ رشمین کرتہ اور دوپٹہ دیا ساتھ ہی دبی زبان سے یہ بھی کہہ دیا جب میں انکو لیکر تمہارے کمرے میں آؤں تو چپکی بیٹھی رہنا۔ سلام تو جھک کر ضرور کرلینا مگر منہ سے کچھ نہ کہنا۔ ایسی ہی وہ بہت سر ہوں تو ایک آدہ بات کا دو بھی رک رک کر جواب دینا۔ باقی سب باتوں کا جواب میں خود دے لونگی۔

بیٹی کو ہدایت کرکے دلہن کی ماں گھر کی جھاڑو بہارو میں مصروف ہوئیں ٹھیک ٹھاک کر چکیں تو خیال آیا۔ مٹھائی دیکھئے کتنی لاتی ہیں سینیاں باہر نکال لوں آٹھ سینیاں دو خوان نکال کر باہر رکھے کنگھی کی۔ کپڑے بدلے اور پٹاری سامنے رکھ کر گاؤ تکیہ کے آگے ہو بیٹھیں۔ وقت مقررہ پر لیڈی ڈاکٹر تشریف لے آئیں۔ یہ نام تو وحیدہ کی زبانی بوی نے سن لیا تھا مگر اسکا ذہن اس طرف قطعاً منتقل نہ ہوا کہ صرف ایک بیوی اور وہ بھی سایہ پہنے اور ہیٹ لگائے سر پر آکھڑی ہونگی۔ کرسیاں خدا کی عنایت سے گھر میں رہنوں اور کوڑیوں موجود تھیں۔ مگر اس کمرہ میں کوئی نہ تھی لیڈی ڈاکٹر سوچ رہی تھی کہ کرسی آئے تو بیٹھوں۔ فرخندہ کی ماں منتظر تھیں کہ یہ بیٹھیں تو باتیں کروں اتنے میں سامنے کا کمرہ کھلا اور فرخندہ کاسنی ساڑھی گلابی بلاؤز نہ زیور کا چھلا تک نہیں سر گندہا۔ جوڑا بندہا۔ گوڈ ایوننگ گوڈ ایوننگ کہتی ہوئی باہر نکلی دونوں نے ہاتھ ملایا۔ اور فرخندہ نے جھٹ دو کرسیاں منگوا ایک پر آپ ایک پر لیڈی ڈاکٹر۔ اماں بیچاری بیٹی کا منہ ہی تکتی رہیں اور ششدر رہ گئیں مگر بیٹی یا لیڈی ڈاکٹر نے بات تک تو در کنار ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بہیڑ کی لات گھٹنوں تک چار ثابت گلوریاں الائچیوں سمیت کشتی میں رکھ لیڈی ڈاکٹر کے سامنے پیش کیں اور کہنے لگیں زردہ بھی دوں۔

لیڈی ڈاکٹر۔ تھینکس تھینکس۔ ہم پان نہیں کھاتا ہے۔

فرخندہ۔ آپ کی عقل کو کیا ہو گیا۔ بھلا یہ لوگ پان کھاتے ہیں۔

اماں بیچاری شرمندہ و خجل سرنگوں خاموش تھیں۔ کہ ان دونوں کی گفتگو شروع ہوئی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ آپ کی صحت کیسی رہتی ہے۔ کوئی شکایت تو نہیں۔

فرخندہ۔ بہت اچھی۔ کوئی شکایت نہیں۔

لیڈی ڈاکٹر۔ میں آپ کے لنگوٹ وغیرہ دیکھنے چاہتی ہوں۔

فرخندہ۔ نہایت خوشی سے۔ آئیے۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ہاں بالکل صاف ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپکا کچھ سلائی وغیرہ کا نمونہ دیکھوں۔

فرخندہ۔ ضرور ضرور۔ ابھی لیجئے۔ دیکھئے یہ کروشیہ کا کام ہے۔ یہ کڑھت ہے۔ یہ سلائی ہے۔

لیڈی ڈاکٹر۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔

فرخندہ۔ یہ تمام اطمینان نہایت ضروری تھا۔ لیکن میں ممنون ہوں گی اگر آپ فرمائیں کہ مسٹر نصیر کی صحت آپ کی رائے میں کیسی ہے؟

لیڈی ڈاکٹر۔ میں نے کبھی اُن کو اس خیال سے نہیں دیکھا۔ لیکن جب سے میں اُنکو جانتی ہوں میں نے اُنکو کبھی بیمار نہیں پایا۔

دلہن کی اماں ابتک تو دنگ ہی تھیں۔ مگر جب فرخندہ نے مسٹر نصیر کہا تو اُن کو سناٹا آگیا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ خاموش تھیں غصہ کے مارے پریشان تھیں بس نہیں چلتا تھا کہ بیٹی کو کچا کھا جائیں۔ بہتیرے ہی دانت پیسے۔ اشارے سے منع کیا۔ آنکھیں نکالیں تیوری پر بل ڈالے مگر فرخندہ نے یہ بھی نہ سمجھا کہ ماں بک کیا رہی ہے اور کہتی کیا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر چلنے لگی تو ماں بیچاری جوتی ہی ڈھونڈتی رہی اور فرخندہ دروازے تک پہنچا ہاتھ ملا۔ گوڈبائی کہہ کر واپس آگئی۔

فرخندہ۔ غضب خدا کا۔ اس قدر رذالت۔ اتنی رسوائی۔ ایسی بدنامی۔ تم سے کہا کس کمبخت نے تھا کہ تم یہاں بیٹھی رہو۔ جب خدا نے تم کو اس قابل نہیں بنایا تو یہاں موجود رہنے کی کیا ضرورت تھی۔

ماں۔ بیٹی۔ بیحیائی کی حد۔ بے غیرتی کی انتہا۔ اپنا منہ پیٹ لوں۔ زہر کھا لوں۔

مر جاؤں کیا کروں۔ توبہ توبہ یہ اندھیر۔ یہ غضب۔ یہ قیامت۔ کواری بچی اور ایسا دیدہ دلیر خدا دشمن کا بھی نہ کرے۔ بازار والیوں کو بھی مات کیا۔

فرخندہ۔ بس بس! فضول گفتگو مطلق نہ کرو۔ خاموش۔ خاموش۔

(۱۰)

واکر ہال کے جلسہ سنگ بنیاد میں جس کی سکریٹری فرخندہ نصیر الحق تھی ہندو مسلمان پارسی عیسائی ہر قوم کی عورتیں شریک تھیں جلسہ کا انتظام آٹھ روز پہلے سے شروع ہو گیا تھا۔ رنگ برنگ کی جھنڈیاں بیلیں اور پھول چاروں طرف ہوائیں لہرا رہے تھے شامیانوں کے نیچے کرسیاں دریوں پر فینسی اسٹول میزوں پر خوبصورت گلدستے۔ منڈوا منہ سے بول رہا تھا۔ بیویوں کی زرق برق پوشاکیں ساریاں اور سائے ہر طرف جگمگا رہے تھے۔ بنت الوقت سر سے پاؤں تک سوا اس کے کہ رنگ گورا نہ تھا کسی طرح مس واکر سے کم نہیں تھیں۔ مسلمان عورتوں میں صرف بنت الوقت ہی اکیلی نہ تھی اور بھی دس بارہ اس کی ہم خیال لڑکیاں کواری بھی اور بیاہی بھی ادھر ادھر چلتی پھرتی تھیں۔ ٹھیک ایک بجے کلکٹر صاحب کی میم آ پہنچیں مس واکر اور بنت الوقت نے دروازے میں ہاتھ ملایا اور باتفاق رائے وہی صدر جلسہ قرار پائیں سب سے پہلے مس واکر نے افتتاحیہ تقریر کی جس میں بنت الوقت کی اعانت کا خصوصیت سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد بنت الوقت نے تعلیم نسواں پر لکھی ہوئی تقریر پڑھی اور سب سے بعد صدر جلسہ نے بنت الوقت کو سونے کی گھڑی عطا فرمائی۔

جب جلسہ ختم ہوا اور بیویاں چلنے لگیں تو بنت الوقت نے اعلان کیا کہ آج بعد نماز عشا جلسہ مولود شریف ہے۔ امید ہے کہ مسلمان بہنیں شریک ہو کر اس جلسہ کی رونق بڑھائیں گی اور کوشش کریں گی کہ دوسری بہنیں بھی شریک ہوں۔

اس موقعہ پر مسلمان عورتیں کچھ زیادہ نہ تھیں۔ مگر جب بستی میں یہ خبر مشہور

ہوئی کہ آج بنت الوقت کے یہاں مولود ہی تو بنت الوقت یا وحید کی وجہ سے نہیں ذکر ولادت کی خبر سنکر بالخصوص اس وجہ سے کہ استانی رابعہ سلطان کا سکہ محسن پور میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ تین سال کے بعد بیت اللہ سے تشریف لائی تھیں سینکڑوں عورتیں جمع ہوگئیں۔ رابعہ سلطان سیدھی آدمی سچی مسلمان اس بیچاری کے فرشتوں نے بھی بنت الوقت کے ڈھنگ نہ دیکھے تھے۔ تین مہینے سے آئی ہوئی تھیں اور اس کے حالات سُن سُن کر خدا یاد آرہا تھا صغیرہ کی کیفیت سُنکر تو تھر تھر کانپنے لگیں۔ کئی دفعہ ارادہ کیا کہ جاؤں دیکھوں تو سہی کیا رنگ ہیں مگر جب یہ سنا کہ دروازے پر پہرا گمر پر چوکیدار۔ اطلاع کی ضرورت اجازت کی حاجت اس پر بھی فرصت شرط اور موقعہ ضروری تو دل مار کر بیٹھ گئیں۔ اب جو بنت الوقت نے خود ہی یہ پرچہ لکھکر بھیجا۔

وحید منزل ۱۵۔ اکتوبر

ڈیر استانی رابعہ میں آج شام کو اپنی چند سہیلیوں کو چاء پر بلا رہی ہوں اسکی غرض زیادہ تر یہ ہو کہ محسن پور کی مسلمان بیویاں جو تعلیم نسواں کو عیب سمجھتی ہیں ہماری کوششوں کو وقعت سے دیکھیں اور سمجھہ جائیں کہ جب تک وہ اس طرف توجہ نہ کریں گی مسلمانوں کی ترقی محال ہو۔ آپ خوب اچھی طرح جانتی ہیں کہ جب تک مائیں پڑھی لکھی ہونگی ان کی گودوں سے معقول بچے پیدا ہی نہیں ہوسکتے۔ بدقسمتی سے ان جاہل اور لکیر کی فقیر عورتوں کو سوا مذہب کے اور کوئی چیز اپنی طرف مائل نہیں کرسکتی۔ اسی لئے میں نے مولود کا اعلان کیا ہو تاکہ بیویاں کثرت سے جمع ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ پیغمبر اسلام کا معمولی ذکر کرنے کے بعد مقصد اصلی کی طرف توجہ فرمائیں اور اس طرح ہم لوگوں کا ہاتھ بٹا کر ممنون کریں۔

آپ کی صادق

فرخندہ (بنت الوقت)

اُستانی اس خیال سے تو بہت خوش ہوئیں کہ اس بہانے جانے کا موقعہ ملا۔ مگر بنت الوقت کی تحریر پڑھ کر تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جہاں اس نے پیغمبر اسلام لکھا تھا اس جگہ کو بوسہ دیا۔ سر آنکھوں پر رکھا اور مغرب کی نماز سے فراغت پاتے ہی وہاں جا پہنچیں۔ اطلاع ہوئی تو ایک ماما نے ڈولی سے اتروا کر علیحدہ کمرے میں لیجا کر بٹھا دیا اور صرف اتنا کہا آپ تشریف رکھیں۔ آدھ گھنٹہ تک اُستانی جی خاموش بیٹھی رہیں پھر کسی نے آکر بات نہ پوچھی۔ اس کے بعد بنت الوقت کے آنیکی اطلاع ہوئی تو اُستانی جی یہ سمجھکر کہ سامنے کی بچہ ہے گلے لگاؤں گی اس غرض سے اُٹھیں۔ مگر بنت الوقت داخل ہوئی تو صرف اتنا کہکر ہاتھ ملا لیا "اُستانی صاحبہ سلام۔ آپ بہت جلد آگئیں۔ تقریر کے واسطے نو بجے کا وقت مقرر ہے۔ ابھی آٹھ نہیں بجے۔ میں خود بھی اپنی تقریر تیار کر رہی ہوں۔ اس لئے فرصت کم ہے میں آپ سے ٹھیک نو بجے ملوں گی"

اُستانی جی منہ ہی دیکھتی رہیں اور بنت الوقت یہ جا وہ جا ساڑھے آٹھ بجے عشا کا وقت تھا مگر جا نماز نہ تھی نہ وضو کو پانی اور کیوں ہوتا اس سرے سے اس سرے تک سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خود ہی باہر نکلیں پانی لیا۔ وضو کیا جا نماز مانگی تو مامائیں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں اُستانی جی بھی سمجھ گئیں۔ اپنا برقعہ بچھا کر نماز پڑھی۔ پڑھ چکیں تو طلبی ہوئی وہاں جا کر دیکھتی ہیں تو کمرہ بیویوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا ہے۔ ایسی بھی تھیں جو سچے دل سے اُٹھیں عزت سے ملیں اور خوش ہوئیں ایسی بھی تھیں جو صورت دیکھکر مسکرائیں وضع کا مضحکہ اُڑایا اور ہنسیں سب سے پہلے بنت الوقت کی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور جب تک مسلمان نہ بنیں گے، ترقی نہیں کر سکتے۔ ہماری حالت دوسری قوموں کے مقابلہ میں کتنی ذلیل کسقدر پست کیسی قابل افسوس ہے۔ مگر کیسے تعجب اور حسرت و حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے کانوں پر جوں

نہیں چلتی اور کبھی بھول کر بھی ہم کو اپنی ترقی کا خیال نہیں آتا۔ احساس کا مادہ جس پر قوم کی ترقی کا دارومدار ہے ہم میں سے بالکل مفقود ہو گیا۔ حد یہ کہ دوسری بہنیں جو ہماری ہم قوم نہیں ہم وطن نہیں ہماری حالت پر روئیں اور ہماری ترقی کے لئے کوشش کریں یہ سات سمندر پار کی رہنے والیاں اپنا عیش و آرام چھوڑ چھاڑ ہمارے ساتھ لپٹی رہیں۔ ہاتھ پاؤں سے۔ روپے پیسے سے کسی طرح ہم سے باہر نہیں۔ اور ہماری کیفیت یہ ہو کہ خود ترقی کرنا تو درکنار دوسروں کے احسان کا معاوضہ بھی لعن طعن سے کریں۔ بہنیے آج کے جلسہ میں کس قدر افسوس کے ساتھ دیکھا کہ ہر قوم کی خواتین حصہ لے رہی تھیں مگر نہ تھیں تو مسلمان عورتیں۔ اگر تھیں بھی تو اتنی جتنی آٹے میں نمک اصل بات یہ ہے کہ ہم نے مذہب ہی کو چھوڑ دیا جو ترقی کا سرچشمہ تھا۔ مگر آپ یاد رکھیے جب تک آپ اسلام کے اصول سر آنکھوں پر نہ رکھیں گی۔ ترقی ممکن نہیں۔ آپ کو استانی صاحبہ بتائیں گی کہ پیغمبر اسلام کے کارنامے کیا تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو کیا رستہ بتایا ہے۔

اتنا کہہ کر بنت الوقت بیٹھ گئی تو استانی صاحبہ اٹھیں۔ انہوں نے سب سے پہلے درود شریف پڑھی اور حاضرین سے درخواست کی کہ وہ بھی پڑھیں اس کے بعد فرمایا۔

عزیز بہنو! تعلیم نسواں کی بابت یہ خیال کرنا کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی صریح ظلم ہے۔

اسلام نے اس کو ضروری بیان کرنے میں کسی جنس کی تخصیص نہیں کی مسلمان عورتیں بساط علم پر آفتاب، ماہتاب کی طرح چمکی ہیں۔ اگر آج مسلمانوں میں پڑھی لکھی بیبیاں نہیں ہیں تو اس کو اسلام سے واسطہ نہیں۔ مسلمانوں کی بربادی کا بڑا سبب محض بے تعلقی مذہب ہے اگر آج مسلمان مسلمان ہو جائیں تو دنیا بھر کی خوبیاں اور سارے جہان کی بھلائیاں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ اس جوہر آبدار کو

سینے سے لگاتے اور اس کے احکام سر آنکھوں پر رکھتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آج مسجدیں اکھڑ رہی ہیں۔ خانقاہیں ان کے کہرام میں مصروف ہیں اور جو در و دیوار مسلمانوں کے نعرۂ توحید اور خضوع و خشوع سے گونجتے تھے وہاں آج فاختہ کی کوکو بربادیِ اسلام کا نالہ کر رہی ہے۔ اب تک یہ مصیبت مردوں ہی تک محدود تھی مگر اب عورتیں بھی اس میں لپٹ رہی ہیں اور جو ترقی کی کوشش سمجھی جا رہی ہے وہ مکمل تباہی کی ابتدا اور کامل مصیبت کا آغاز ہے۔ میں خوب جانتی ہوں اور یہ میرا عقیدہ اور یقین ہے کہ خواہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کرے اور تارے رات کے بدلے دن کو چمکیں مگر اسلام کی پیشین گوئیاں اور مخبر صادق کا ارشاد اٹل ہے اور وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام سوا چند فقیروں غریبوں مسکینوں کے جنکو روٹی تک نصیب نہ ہو گی دوسری جگہ دکھائی نہ دیگا۔ یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا وقت ہے کہ ترقی قوم کی باگ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو اسلام سے ہزاروں کوس دور ہوں اور دوسروں کو دھوکا دینے اور پھنسانے کے واسطے یہ ثابت کرنا چاہیں کہ وہ مذہب سے باہر نہیں ہیں۔ بی بی بنت الوقت فرماتی ہیں کہ جب تک ہم مسلمان نہ بنیں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ ہاتھی کے دانت دیکھنے کے اور دکھانے کے اور قابل لعنت اور لائق ملامت۔ دعوے وہ اور عمل یہ اقوال ایسے اور اعمال ایسے کہ یہ مسلمان کا گھر، مسلمانوں کا جلسہ اور جانماز تک موجود نہیں۔ ضرورت تھی کہ اس گھر کے چپہ چپہ اور کونے کونے سے اسلام کی شان ظاہر ہوتی مگر حالت یہ ہے کہ گھر کے اسباب سے، گھر والیوں کے لباس سے۔ ٹھاٹھ سے۔ سامان سے۔ رہنے سے، سہنے سے کسی چیز سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان کا گھر ہے پاس یہ غضب ہے کہ مذہب کا دعویٰ اور اسلام کی آڑ۔ بیویوں بھاڑ میں جائے وہ جلسہ جسمیں مذہب کا یہ حشر ہو۔ بی بی بنت الوقت شکایت کرتی ہیں کہ دوپہر کے جلسہ میں مسلمان عورتیں نہ تھیں مگر بی بی دوسروں کی حالت پر بھی غور کرو۔ خدا نے تمکو دولت دی عزت دی

روپیہ دیا۔ پیسہ دیا۔ گھر میں ماما ڈیوڑھی پر نوکر۔ سائبان میں گاڑی۔ اصطبل میں گھوڑا۔ جو کہو وہ ٹھیک جو کرو وہ ٹھیک۔ اگر سارا محسن پور مرزا وحید اور بنت الوقت نہیں انکو اپنے کاموں سے گھر کے دھندوں سے بچوں کی پرورش سے شوہر کی خدمت سے خانہ داری کے انتظام سے معاملات کی دیکھ بھال سے اتنی فرصت نہ ضرورت کہ ان جلسوں میں جہاں نیور کی جگمگاہٹ اور کپڑوں کی ٹیپ ٹاپ کے سوا کچھ نہ ہو۔ شریک ہو سکیں بنت الوقت بی بی تم مسلمان ہو اور چاہتی ہو کہ میں سرور کائنات کے حالات اس وقت بیان کروں مگر کیا کرو گی جانے دو میری آنکھ سے آنسو نکل پڑے جب میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان لڑکی اس ذات پاک کو جو مسلمانوں کا سرتاج ہے، صرف پیغمبر اسلام لکھ رہی ہے اور یہ سمجھکر کہ مسلمان اس نام کے عاشق اور دیوانے ہیں بہلانے سے بلا کر اپنا مقصد پورا کرتی ہے اس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کیا آئیگا کہ مادر گیتی جس انسان کا مثل نہ پیدا کر سکی اس کے ساتھ مسلمان یہ سلوک کریں اور پھر مسلمان رہنا چاہیں۔ اور مسلمان ہونے پر فخر کریں۔ میں واقف ہوں کہ بہت سی بیویاں مشتاق ہیں کہ میں حضور اکرم کی پاک زندگی کے کچھ حالات بیان کروں اور میری خاموشی دل شکنی ہو گی مگر میں اپنی طبیعت سے مجبور اور عادت سے لاچار ہوں۔ میرا دل نہیں چاہتا۔ میری طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس موقعہ پر جہاں ایسے منافق موجود ہوں ان واقعات کی توہین کروں اور اس پاک ذات کے حالات سناؤں جو حیوانوں کو انسان اور کافروں کو مسلمان بنا گئی۔ یہ اسی رسول اکرم صلعم کا صدقہ اسی ذات کا طفیل ہے کہ تم جنکی وقعت صرف اتنی تھی کہاں باپ گلے گھونٹ دیں جانوروں سے بدتر اور غلاموں سے ذلیل۔ ہمیں آج جیتی جاگتی برابر کی شریک اور گھر کی ملکہ بنی بیٹھی ہو۔ بیبیو ہاتھ اٹھاؤ اور درود پڑھو۔ دعائیں مانگو اور التجا کرو۔

طیبہ کی خاک پاک میں آرام کرنے والے دولھا۔ خواب راحت سے بیدار ہو اور ہماری حالت

زار کو دیکھ جب دنیا نے ہماری آنکھیں خیرہ ۔ ہمارے دل اندھے ہمارے دماغ بیکار ۔ ہماری حالت خراب کر دی ۔ ساحن ہماری اخلاقی سیجیں اُجڑ گئیں ہمارے مذہبی پھول مرجھا گئے ہمارا زیور چوری ۔ ہمارا لباس برباد اور ہماری صحبتیں جو لازوال خزانوں سے مالا مال تھیں آج تاخت و تاراج ہیں ۔ ہمارا جہاز خطرہ میں ہماری کشتی طوفان میں ہے ۔ اے امت مرحومہ کے نگہبان اب ہم تیرے کرم کے محتاج اور تیری عنایت کے خواستگار ہیں ہمارا بیڑا پار کر ۔ تیری ذات پاک بیکسوں کا سہارا ۔ غریبوں کا گذارہ اسلام تیرے در سے کلام اللہ تیرے گھر سے ۔ مظلوموں کی حمایت تیرا شیوہ مسکینوں کی اعانت تیری عادت خزائن دنیا تیرے دم سے دولت دین تیرے قدم سے رعیت کے بادشاہ ، بادشاہوں کے شہنشاہ بےکس کنیزوں کی گنہگار لونڈیوں کی جو تیرے حضور میں حاضر تیرے دربار میں سرنگوں دست بستہ کھڑی ہیں ۔ التجائیں قبول کر ۔ دعائیں اثر دے ۔ دنیا اور دین کے مالک طیبہ کے سدا بہار پھول شب معراج کے نوشہ اسلام کی جان ۔ مسلمانوں کے ایمان ۔ خدا کے مہمان بہترین انسان مخلوق سے اعلیٰ ملائکہ سے افضل پیغمبروں میں آخر نبیوں میں اول ۔ ہماری حالتوں پر رحم ۔ ہماری تکلیفوں پر کرم ۔ آقا خوف الٰہی میں گرفتار رکھ ۔ اپنی محبت میں سرشار رکھ ۔ شفیع المذنبین نیکوں میں حشر اسلام پر موت ۔ سُن مولا سُن اُن کی جنکا وارث تو جنکا مالک تو ۔ جنکا حاکم تو ۔ جنکا آقا تو

(۱۱)

ڈیر حسین بی ۔ میں سنکر بہت خوش ہوئی کہ تمہارے پاپا ایسے خطرناک سفر سے مع الخیر واپس آگئے اور تم اب ایک حاجی جی کی بیٹی ہوگئیں ۔ میں ممنون ہوں کہ تم نے اس موقعہ پر بھی مجھے یاد رکھا لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ سب تحائف میرے واسطے بالکل بیکار ہیں ۔ حالانکہ تمہاری نگاہ میں انکی بہت کچھ وقعت ہے ۔ اس لئے میں شکریہ کے ساتھ واپس کرتی ہوں اور درخواست کرتی ہوں کہ آپ انکا بہتر استعمال کیجیے

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے عمر بھر کبھی سرمہ نہیں لگایا۔ اس لئے یہ میرے واسطے بے سود ہی
پانی جو اس ٹین کی ڈبیا میں بند ہے میں نہیں کہہ سکتی کہ صحت کے واسطے مفید ہوگا۔
یا نہیں اور میں افسوس سے لکھتی ہوں کہ باوجود کوشش کے رغبت نہ ہوئی اسی
طرح کھجوریں بھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ فرمائیں گی اور ان کو ایسے لوگوں کو دینگی جو پوری
پوری قدر کر سکیں۔ اب میں آپکے ارشاد کے موافق آپ کی دعوت میں خوشی سے
شریک ہوں گی اور وقت مقررہ پر پہنچ جاؤں گی۔

شام کو چار بجے بنت الوقت حسین بی کے ہاں جا پہنچیں۔ پردہ اول تو کوارتپنے
ہی میں برائے نام تھا اور شادی کے بعد تو کیفیت یہ تھی کہ ایسی ہی اشد ضرورت یا
مجبوری ہوئی تو نقاب منہ پر ڈالی۔ ورنہ کھلے بندوں پھرتی اور آزادانہ نکلتی۔ ڈولی
کا تو شاید اس کو عمر بھر اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ پہلے بند گاڑی تھی اب ٹمٹم پہنچی اس طرح کہ
آنکھوں پر عینک، منہ پر پوڈر، ٹخنوں سے اونچے منڈے، ٹانگوں میں سایہ۔ جوڑا بندھا۔ ہاتھوں
میں دستانے کاجل اور سرمہ۔ پان اور مسی توبہ توبہ نعوذ باللہ۔ سر بھی اللہ کی عنایت ہے ایسا گندھا
ہوا تھا کہ سب سکتہ میں رہ گئے۔ حسین بی بیچاری کے والد تھے اگلے زمانہ کے جہاں کم مسی فرشتوں نے
بھی نہ دیکھی ہوگی۔ سفید چاندنی اور قیمتی قالینوں پر بیویاں جمع تھیں بنت الوقت نے چھوٹتے
ہی حسین بی سے ہاتھ ملایا ادھر دیکھا ادھر دیکھا۔ کرسی نہ تھی تو پھر نیچے ہی بیٹھ جاتی مگر بوٹ کا
اتارنا بڑی زحمت تھی ارادہ کیا کہ اٹھتے ہی پاؤں لوٹ جاؤں مگر جانا کیا آسان تھا بیویاں
سر ہوگئیں اور زبردستی بوٹ اتروا فرش پر بٹھا دیا میراثنیں موجود تھیں اور خوب لہک لہک کر
گا رہی تھیں۔ الانچی میراثن بھانڈ کا طائفہ بھی موجود تھا۔ ظالم کو دنت پر خوب سوجھی۔ جلدی سے
اٹھ کو ٹھری میں گھس گئیں ایک تو سفید داڑھی لگا سر پگڑی باندھ مردینی اور دوسری بھن ایک بی بی
پر عینک لگا بکرے کی طرح ہاتھ پاؤں کے بل اس طرح باہر آئی۔ کہ اس کے گلے میں زنجیر اور اس کے ہاتھ میں
ساتھ والیاں۔ بڑے میاں ہوت سلاں والیکم۔

پیر مرد۔ وعلیکم بھائی وعلیکم۔

ساتھ والیاں۔ یہ آپ چاروں طرف کیا ڈھونڈھ رہے ہیں۔ کچھ کھو گیا؟

پیر مرد۔ ہاں ہاں بھائی ہاں۔

ساتھ والیاں۔ کیا ڈھونڈھ رہے ہیں حضرت آپ۔

پیر مرد۔ کیا بتاؤں بھائی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ساتھ والیاں۔ اجی حضرت کچھ تو فرمائیے۔

پیر مرد۔ ارے بھائی (بکری کی طرف اشارہ کرکے) اس کی والدہ بھاگ گئی ہیں۔ ان کی تلاش میں بڈھا ہوگیا۔ کہیں نہیں ملتیں۔

ساتھ والیاں۔ کیا نام ہے ان کا کچھ اتا پتا بتائیے۔

پیر مرد (نام تو اللہ رسول کا ہوتا ہے مگر ان کے تو دو نام ہیں اصلی نام تو ہائے کیا بتاؤں دیکھو کسی کا کلیجہ تو منہ کو آتا ہی میری تو خیال کرنے سے کلیجی اور تلی پھیپھڑا اور گردے سب پان میں لپٹ گئے۔ ہائے ہائے وائے ہائے نہیں بتایا جاتا۔

ساتھ والیاں۔ صبر کیجئے، بڑے صاحب صبر کیجئے۔ اللہ آسان کرے گا بچھڑوں کو وہی ملاتا ہے۔ ان کا نام تو بتائیے۔

پیر مرد۔ ابھی تو سارا الغو با ملغو با منہ ہی میں ہے ان کا نام تو تھا "تعلیم نسواں بیگم"، اور میں پیار سے چرغینی چرغینی کہا کرتا تھا۔

ساتھ والیاں اور یہ آپ کے ساتھ جانور کیا ہے۔

پیر مرد۔ جانور ہو گی تم۔ یہ تو تعلیم نسواں بیگم کی بچی اور میرے کلیجے کا ٹکڑا۔

ساتھ والیاں۔ اوہو یہ انسان کی صورت ہے۔

پیر مرد۔ کہہ تو دیا جانور ہو گی تم۔ تمہارے باپ۔ تمہارے دادا۔ ہماری اولاد کو جانور سمجھتی ہو۔

ساتھ والیاں۔ حضرت جی ان کا کیا نام ہے۔

پیرمرد۔ اس کے بھی دو نام ہیں یاد رکھو ہر شریف مادہ کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک کوارپنہ کا ایک شادی کے بعد کا۔

ساتھ والیاں۔ حضور ان کے اسم مبارک بھی فرمائیے۔

پیرمرد۔ سب سنبھل کے کھڑی ہو جاؤ۔

ساتھ والیاں۔ فرمائیے۔

پیرمرد۔ ان کا نام ہے "ترقی"

ساتھ والیاں۔ خوب ترقی! حضرت دوسرا نام۔

پیرمرد۔ سنبھلو، ہشیار رہنا۔

ساتھ والیاں۔ حضور۔

پیرمرد۔ .... ہہندالبہق

ساتھ والیاں (ڈر کے مارے پیچھے ہٹ کر) بہق بہق، حضرت بہق۔

پیرمرد۔ ہاں ہاں بہق مگر کونسا بہق۔ اُڑ جانیوالا مادہ نہیں، ہہندالبہق۔

ساتھ والیاں۔ سبحان اللہ کیا نام ہے۔ حضرت کچھ ان کے کام بھی فرمائیے۔

پیرمرد۔ ارے ظالموں! تم کو مذاق سوجھا ہے۔ میری طبیعت پھر بگڑ گئی۔

ساتھ والیاں۔ کیوں کیوں حضت کیا ہوا۔

پیرمرد۔ پھر اس کی والدہ یاد آگئیں۔ کہاں ڈہونڈہنے جاؤں۔ تم لوگ ہماری محبتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے ہاں نر مادہ ایک دوسرے کے عاشق ہوتے ہیں۔

ساتھ والیاں بجا ارشاد ہے۔ حضرت صبر کیجئے۔ مر گئی ہو گی۔

پیرمرد۔ موت موت۔ کم بختوں تم سب کو ، وہ کسی جلسہ میں ہو گی تھیٹر میں ہو گی پارک میں ہو گی۔

ساتھ والیاں۔ معاف فرمائیے معاف فرمائیے۔ حضور صاحبزادی کے کچھ کام نہ فرمائے۔

پیرمرد۔ اچھا لو سنو! اسمیں دونوں صفتیں ہیں جا لڑکی کی بھی اور آدمی کی بھی باتیں کرد توایسی

کرے کہ خوش ہو جاؤ۔ تقریر یاد کرواؤ تو سینکڑوں آدمیوں میں آنکھیں بند کرکے اسطرح پڑھ جائے کہ مینا بول رہی ہے ملنے آؤ تو ایسی ملے اور ایسی بولے کہ جی خوش ہو جائے اور جو کام کا وقت آئے تو پھر جانوروں کی جانور۔

ساتھ والیاں۔ جناب کا اسم مبارک کیا ہے۔ اس سے بھی محروم نہ رکھیئے۔

پیر مرد۔ بس میرا ہی نام نہ پوچھو۔ بھانڈا پھوٹ جائیگا اور کرکری ہو جائیگی۔

ساتھ والیاں حضور یہ نہ ہوگا۔ فرمایئے فرمایئے۔

پیر مرد۔ میرا نام ...... کیوں پوچھتی ہو!

ساتھ والیاں۔ فرمائیں حضور فرمائیں۔

پیر مرد۔ میری ہی وجہ سے تو اس خاندان کی بربادی ہوئی ہے میرا نام مرزا تنزل... بس بیویو لاؤ چندے دلواؤ ترقی کے لئے چاء بسکٹ مکھن توس اور رگھا کی دال لاؤ۔ بیویوں کے تو مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے اور بنت الوقت کا یہ حال کہ بس چلتا تو سب کو پھانسی دیدیتی۔ خدا خدا کرکے کہیں آدھی رات کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا تو یہ اپنے گھر آئی۔

(۱۲)

ویل ہم اگلے مہینے میں تمہارے ساتھ بہت کافی رعایت کر چکے لیکن مسلمان لوگ ہرگز رحم کے قابل نہیں۔ اس لئے یہ جرمانہ معاف نہیں ہو سکتا۔

خانساماں۔ حضور! میرا کیا قصور ہے۔ کھانے میں اگر خرابی ہو تو بیشک میں ذمہ دار تھا۔ لیکن برتنوں کا کام تو کلن کا ہے۔ مجھپر جرمانہ کیوں ہو۔

بنت الوقت۔ گستاخی کی بات مت بولو۔ جرمانہ کلن پر بھی ہوگا تم ضرور ذمہ دار ہے وہ تمہارا ماتحت ہے اور تم اس کے ہر کام کا ذمہ دار ہے۔ پہلی مرتبہ چھریاں اور کانٹے میز پر کیوں میلے آئے اور آج چمچہ کیوں میلا تھا۔ بے شک تم قصوروار ہے۔

خانساماں۔ حضور میں بہت غریب آدمی ہوں۔ دو روپے میں مر جاؤنگا

اس مرتبہ معاف کر دیجئے آیندہ ایسی غلطی نہ ہو گی۔

بنت الوقت۔ نہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

خانساماں۔ تو سرکار میرا حساب کر دیجئے۔

بنت الوقت۔ یو الو حساب مانگتا ہی نہیں ہو گا۔ جب تک دوسرا آدمی نہ ملے۔ تم پولیس میں بھیجدیا جائیگا۔ اگر زیادہ بک بک کی۔

اس ٹائی فائڈ بخار میں کہ میں مشکل سے صرف دو چمچے سوپ کے ہضم کر سکتا ہوں اس وقت تک بھوکا پڑا ہوں۔ اب بخار کے تیز ہونے کا وقت ہے کیا خاک پی سکونگا۔ صبح سے یہ وقت ہو گیا۔ غذا سمجھو دوا سمجھو۔ اب تک سوپ نصیب نہ ہوا۔ تم کو ان ہی دنوں میں اس نمک حرام پر جرمانہ بھی کرنا تھا کہ وہ بھاگ جائے۔

بنت الوقت۔ گھر کا ڈسپلین کسی خاص وجہ سے ہرگز نہیں بگڑنا چاہیئے۔ ضرور میرا فرض تھا کہ میں اس کو اس کی غفلت کی سزا دیتی۔ مجھے آج خود ہسٹریا کا دورہ ہوتا معلوم ہوتا ہے۔

نصیر۔ اس لئے کہ تم کو دورہ ہو گا میرا بخار تمہاری رائے میں قابل لحاظ نہیں میں بھوکا پڑا ہوں اور تمہارے ڈسپلین کی وجہ سے مجھ بیمار کو سوپ نصیب نہ ہوا۔ اگر خانساماں نہ تھا تو تم خود بوائے کی مدد سے تیار کر دیتیں۔

بنت الوقت۔ چاہے اس کا نتیجہ میری صحت پر کیسا ہی مضر ہوتا۔

نصیر۔ تمہارے واسطے تو صرف ایک احتمال تھا مگر میرے واسطہ تو واقعہ ہے۔

بنت الوقت۔ میرا احتمال یقین سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں میں نے خود سوپ کبھی طیار نہیں کیا اور نہ یہ میرا کام ہے جو کر سکتی تھی وہ میں نے کیا۔ صبح سے تین چٹھیاں لکھ چکی ہوں۔ اب ایک جگہ سے جواب آیا ہے کہ کل خانساماں آجائیگا۔

نصیر۔ تو کیا کل تک بھوکا پڑا رہوں۔

بنت الوقت۔ تم اکیلے نہ ہوگے۔ تمہارے ساتھ میں بھی ہونگی۔ بخار میں بھوکا رہنا مضر نہیں لیکن لیڈی ڈاکٹر کے الفاظ یہ تھے کہ ہسٹریا کا مریض دورہ سے قبل ہرگز بھوکا نہ رہنا چاہیے

نصیر۔ ذرا ٹمپریچر لینا چاہتا ہوں۔ اس وقت حرارت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

بنت الوقت۔ بوائے۔ بوائے صاحب کو تھرما میٹر دیدو۔

نصیر۔ دیکھو ۱۰۳ ہے۔

بنت الوقت۔ ہاں اب سوپ مضر ہوگا۔ اب تو پینا چاہیے۔

نصیر۔ مگر تم اپنے واسطے کیا انتظام کروگی۔

بنت الوقت۔ میں چاء کے ساتھ فروٹ کھا چکی ہوں! اسوقت زیادہ بھوک نہیں ہے

نصیر۔ درد بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ تھوڑا سا مینتھول دیدو۔

بنت الوقت۔ بوائے، بوائے اس الماری میں مینتھول کی شیشی ہے صاحب کو دیدو۔

نصیر۔ میرا رومال بہت میلا ہوگیا ہے۔ ایک اور رومال نکال دو۔

بنت الوقت۔ بوائے، بوائے ایک رومال صاحب کو دیدو۔

نصیر۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔

بنت الوقت۔ ہونی چاہیے، ضرور ہوگی آج بیس دن ہوگئے۔ مجھ کو بھی سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے ہدایت کی تھی کہ جب دورہ کے آثار ہوں تو پیچر پی لینا مگر نہیں منگوا سکتی۔

نصیر۔ وہ پندرہ سو روپیہ جو پچھلے ہفتہ آیا تھا سب ختم ہوگیا۔

بنت الوقت۔ اوہ، ابتک، چار سو روپے کابل تو بزاز کا تھا۔

نصیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدن کی روح کھچ رہی ہے۔ سخت اذیت ہے۔

بنت الوقت۔ بہت سخت افسوس ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ تکلیف رفع ہو اور جلد۔

ہی اس خیال سے کلب میں بھی رنجیدہ رہوں گی۔

نصیر۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم آج نہ جاؤ۔

بنت الوقت۔ آج تو محمودی بیگم آرہی ہیں اور صرف میری تحریک پر ورنہ ان کے شوہر تو باپ کی وجہ سے بھیج ہی نہ سکتے تھے۔

نصیر۔ مگر احتمال ہے کہ مجھے تمہاری عدم موجودگی میں تکلیف زیادہ ہو جائے۔

بنت الوقت۔ میں کوشش کروں گی کہ جلد واپس آؤں میں خود اس ضرورت کو محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے یہاں موجود رہنا چاہیئے مگر واقعات ایسے آپڑے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ محمودی بیگم کے خسر کل آجائیں گے اور انکی موجودگی میں قطعاً ناممکن ہے کہ وہ کلب میں آسکیں۔ علاوہ ازیں میں اپنے الفاظ دے چکی ہوں کہ ضرور پہنچوں گی۔ باوجود اس اندیشہ کے کہ دورہ نہ ہو جائے میں ضرور جاؤں گی تاکہ بات میں فرق نہ آجائے۔

نصیر۔ میں تمہاری رائے سے اختلاف نہیں کرتا اور کوئی وجہ نہیں کہ کروں لیکن مجھکو اس وقت ڈر لگ رہا ہے جواب آنے والا ہے۔ کل پانچ بجے کے قریب مجھے فٹ ہوا۔ تم جس وقت آئی ہو اس وقت میں ہوش میں آچکا تھا۔ مگر اس تکلیف کے خیال سے کانپ جاتا ہوں جو کل مجھپر گذری۔ تم اتنا انتظام کرتی جاؤ کہ نوکروں کے علاوہ کوئی عزیز بھی آج میرے پاس موجود رہے۔

بنت الوقت۔ اگر تم ایک معمولی فٹ سے اس قدر خائف ہو تو میں ہرگز جانا پسند نہیں کرتی۔ الفاظ کی وقعت محمودی کی محبت یقیناً تم سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ میں اس کو اپنا فرض سمجھتی ہوں اور میری رائے میں ہر شریف عورت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ شوہر کی رضامندی پر اپنی تمام خوشیاں قربان کردے۔ میں موجود ہوں اگرچہ ظاہر ہے کہ تمہاری اس وقت کی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتی اور دیکھ بھی نہیں سکتی۔ چنانچہ

کل ہی جب میں آئی ہوں تو باوجود افاقہ کے اس حالت کو نہ دیکھ سکی اور پائیں باغ میں چلی گئی۔

نصیر۔ میں تمہاری محبت اور عنایت کا بہت بہت ممنون ہوں مگر یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری تکلیف کا باعث بنوں۔ تم جاؤ اور کلب میں شریک ہو۔ ایسی حالت میں کہ وعدہ کر چکی ہو تمہارا جانا ضروری ہے۔

بنت الوقت۔ تم غور کرلو۔ میں ہر طرح تمہاری رائے پر عمل کرنے کو طیار ہوں۔

نصیر۔ یہی بہتر ہوگا کہ تم جاؤ۔ اگر ایسی ہی زیادہ ضرورت پیش آئی تو میں بوائے کو بھیجدوں گا۔

بنت الوقت۔ تو میں لباس تبدیل کرلوں۔

نصیر۔ ضرور۔ میری زبان خشک ہو رہی ہے بات نہیں ہو سکتی۔ آج کونین کا جز غالباً زیادہ تھا۔ ایک چمچہ دودھ دیدو۔

بنت الوقت۔ بوائے۔

بوائے۔ حضور۔

بنت الوقت۔ صاحب کو دودھ دو۔

بوائے۔ دودھ تو حضور آج نہیں آیا۔ بس چاء کے واسطے آیا تھا۔

بنت الوقت۔ گدہا۔ کیوں نہیں آیا۔

بوائے۔ حضور نے حکم دیا نہ دام دیئے۔

بنت الوقت۔ الو کا موافق بات مت کرو۔ دو روپیہ جرمانہ چلو بھاگو۔

بوائے۔ غریب پرور میں علم غیب تو پڑہا نہیں سرکار حکم دیتیں دام دیئے جاتے میں دودہ لے آتا۔ یوں حضور مالک ہیں ساری تنخواہ کاٹ لیں۔

بنت الوقت۔ گستاخی کا بات مت بولو تم اندہا نہیں ہے تم نہیں جانتا صاحب

کا دودھ آتا ہے۔ تم کو دام مانگنا تھا۔ تم نے غفلت کی اس کی سزا بھگتو۔

بوائے۔ تو حضور دو کیا ساری تنخواہ کاٹ لیجیے۔

بنت الوقت۔ ہم ہمارے ہنٹر کے کھال اڑا دیں گے اگر بیہودہ بات بولا۔ بک بک نہیں مانگتا۔

نصیر۔ بہت سخت تکلیف ہے۔

بنت الوقت۔ میں کپڑے بدل لوں۔

اتنا کہہ کر بنت الوقت دوسرے کمرے میں گئی منہ ہاتھ دھویا بال بنائے کپڑے بدلے چار بجے کے قریب آئی تو نصیر بخار میں لوٹ رہا تھا۔ دودھ بوائے کی غفلت سے نہ تھا یا بنت الوقت کی۔ یہ تو نصیر جانے مگر ہم نے جو دیکھا اور جو جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اتنی جھک جھک اور پٹ پٹ ہوئی مگر دودھ پھر بھی نہ آیا۔ نہ معلوم اس کی ذمہ داری کس پر ہے بنت الوقت کی عنایت کا بار ضرور نصیر کی گردن پر ہے کہ تیار ہو کر آئی تو پہلا خیال دودھ پہلی بات دودھ اور پہلا حکم دودھ۔

بوائے بوائے، او بوائے، چلو جلد چلو، بوائے دودھ لاؤ جلد لاؤ بوائے بوائے۔ بوائے ہو تو بولے۔ چھ روپے تنخواہ ایک پہلے کٹا دو آج کٹے۔ تین باقی تھے اور مہینے میں دن اکیس۔ جہاں نو دن میں تین کٹے وہاں اکیس دن میں تو گرہ سے بھی خبر نہیں کتنا کچھ دیکر پیچھا چھٹتا۔ ہنٹر کا نام سنکر سیدھا ہو لیا اب جو بنت الوقت دیکھتی ہے تو خانساماں ہے نہ بوائے۔ ایک نرس البتہ بال بنانے والی اندر رہ گئی اور باہر صرف سائیس۔ نصیر کو کئی آوازیں دیں تو اس نے آنکھ کھولی۔

بنت الوقت۔ بوائے سور بھی بھاگ گیا۔ میں ادھر سے خانساماں اور بوائے کا انتظام کرتی آؤں گی اور دودھ بھی خود ہی لے آؤں گی۔

نصیر۔ تم کو اختیار ہے۔

بنت الوقت - اچھا میں جاتی ہوں۔

(۱۴)

ڈیر مسٹر احسن! چوری اور سرزوری ظلم کرو اور پرواہ نہ ہو۔ حق مارو اور شاد ہو۔ آج احسن زمانی سے ملاقات ہوئی۔ تین سال بعد دیکھا تھا۔ قیاس چاہتا تھا، دل کہتا تھا توقع پوری تھی اور امید کامل کہ یہ چراغ جو کوارپنے ہی میں روشن ہو چکا تھا تمہارے ہاں پہنچکر چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ مگر افسوس سے سُنا اور حسرت سے دیکھا توقع غلط اور امید جھوٹی نکلی صورت تھی نہ رنگت۔ پھول تھا نہ نکہت۔ ایک ڈھانچ تھا جس میں سانس اور جسم تھا جس میں جان کے سوا کچھ نہ تھا، وہ جوہر مٹ گئے وہ چُہل ختم ہوئی۔ دل مردہ صورت افسردہ جوش ٹھنڈا اور اُمنگیں برباد ہو چکی تھیں۔ دیمک کی طرح نچے، دشمن کی طرح گھر اور بھوت کی طرح زمین پٹی ہوئی تھی۔ کیسا تغیر کتنا فرق اور کیا انقلاب ہے۔ زندہ مردے سے، بیوی لونڈی سے اور مالک غلاموں سے بدتر تھی۔ صرف شادی نے آزاد کو قیدی انسان کو جانور اور ہیرے کو پتھر بنا دیا۔ کھانے کا شوق تھا نہ پینے کا۔ زیور کی پرواہ تھی نہ کپڑے کی۔ ایک محدود چار دیواری میں جس طرح شیر پنجرے سے سر پھوڑتا ہے اس کی ہستی تمہارے اسلام پر ناز کر رہی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نمازی۔ میں جانتی ہوں تم پابند شرع اور مجھے خبر ہے کہ تم پورے وظیفچی ہو۔ مگر تعجب اس حالت اور افسوس اس حرکت پر ظلم کی انتہا ستم کی حد۔ سوچو اور شرماؤ غور کرو اور بوجھو کیا کیا اور کیا کر رہے ہو۔ ایک کواری بچی ایک معصوم ہستی ایک بے گناہ انسان ایسا مجبور اتنا لاچار اور یہاں تک محکوم ہو جائے کہ سانس لے تو پوچھکر اور قدم اُٹھائے تو اجازت سے۔ تمہاری آنکھوں پر پردہ تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے۔ تمہارے اسلام میں فرق تمہارے ایمان میں خلل تمہاری طینت میں خرابی اور تمہاری طبیعت میں خود غرضی آئی تم نے اپنے وعدے بھولے اور اقرار فراموش کئے۔ سچی قوم کی عاشق اور مذہب کی شیدا اُسی ۔ مگر آج کے جلسہ میں جو کانفرنس کا آخری اجلاس تھا

اور جو سماں اب سرزمین محسنپور کی آنکھیں کبھی نہ دیکھیں گی شرکت کے نام سے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہو گئی۔ میں نے استفسار کیا۔ اصرار کیا مگر میرے سوال کا جواب خاموشی اور میری درخواست کا نتیجہ وہ نگاہ تھی جس میں تمہاری حکومت ناجائز کا اظہار اور اپنی بے کسی کا اشارہ تھا۔

ڈیر احسن سنتی ہوں تحصیلدار ہو۔ سچ ہوگا۔ ہو گے۔ مگر معزز اہلکار اور سرکاری عہدہ دار کا ایمان اسقدر کمزور اس درجہ ذلیل۔ توبہ توبہ نعوذباللہ عورت انسان ہی جانور نہیں اور بیوی شریک زندگی ہے محکوم نہیں۔ ہمیشہ کی رفیق عمر بھر کی ساتھی زندگی کی ہمراز مگر اس لئے کہ کمزور ہے لونڈی نہیں اور اس لئے کہ بے بس ہے غلام نہیں۔

اسلام مدعی ہے عورت کی حمایت کا اور اسی بھیس میں پرانی جاتی قبضہ میں آئی مگر اس دن کو کہ بات کرے تو روئے اور سانس لے تو جھینکے۔

میری پیشین گوئی لکھ لو اور یاد رکھو کہ صفیہ احسن تھوڑے روز کی مہمان اور چند روز کی مسافر ہے۔ پردہ نے اس کی صحت ظلم نے اس کی حالت اور غصب حقوق نے اس کی کیفیت بدترین کردی وہ عنقریب تم سے رخصت اور بہت جلد دنیا سے وداع ہونے والی ہے۔ مگر ہماری نگاہ میں اس کی موت کا سبب اس کی مصیبتوں کی وجہ اور اس کی تکلیفوں کا باعث تمہاری زندگی ہوگی۔ اور گو تم کو اپنی جان تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہو مگر یہ نہ بھولنا کہ تمہاری زندگی پر ظلم کا ایک دھبہ خودغرضی کا ایک الزام اور نفس پروری کی ایک تصویر ہوگی جس کی جھلک سے دوست اور جس کے خیال سے دشمن تک پناہ مانگیں گے۔

تمہاری

بنت الوقت

فرخندہ بہن۔ خیالات کی بلند پروازی اور تمدن کی جدت طرازی سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ دل پھڑک گیا طبیعت خوش ہو گئی۔ خدا عمر میں ترقی اور کوشش میں برکت

دے کہ تمہارے دم سے قوم کی حالت درست اور مسلمانوں کی مصیبت دور ہو۔ جو کہتی ہو وہ ہو جائے اور جو چاہتی ہو وہ پورا ہو۔ مگر بہن اس آڑ کے قربان! اس بہانے کے تصدق اور اس بناہ کے نثار۔ ضرورت اپنی اور خدمت قوم کی۔ خواہش اپنی اور کوشش مذہب کی۔ کام اپنا اور نام اسلام کا۔ جھلا جھلی کے لباس چمک دمک کے زیور نئے نئے فیشن اور طرح طرح کی ترکیبیں۔ انواع و اقسام کے کھانے۔ اور رنگ برنگ کے کپڑے ہارمونیم کے جلسے اور پیانو کی تقریبیں سہیلیوں کی دعوت اور سیر و سیاحت خدا کی قدرت مذہب کی خدمت ٹھہرے۔ لچھوں کے پاؤں۔ گھڑیوں کے ہاتھ۔ جھومر کے ماتھے اور ایرنگ کے کان۔ خدا کی شان اسلام کے ارکان قرار پائیں۔ ایمان سے کہنا اس مجمع میں کتنی نماز پڑھی۔ کس قدر خیرات کی۔ کے مرتبہ درود بھیجی اور کس کس معاملہ میں کلام اللہ سے صلاح لی۔ مانا تمہاری عقل زیادہ۔ تمہاری فراست بڑی تمہارا علم وسیع اور تمہاری تحقیقات اعلیٰ مگر بہن فرخندہ دوسروں کو بھی اندھا نہ سمجھو۔ تم مسلمان سہی مگر کیا اسلام اسی کا نام ہے اور مذہب کے یہی معنی ہیں کہ دوسروں کو پھنسانے اور دیوانہ بنانے میں اس کی آڑ پکڑو۔ بیوی بھاڑ میں گئی تمہاری ترقی اور اسلام۔ وہ اسلام جو خدا سے بیگانہ اور بہلی جنگی عورت کو تم جیسا دیوانہ بنا دے تمہاری اصلی غرض تمہارا واقعی منشا تمہاری حقیقی خواہش اتنی صرف اتنی اور درحقیقت اتنی کہ اخباروں میں تمہارا نام آئے۔ رسالوں میں تمہارے کام چھپیں۔ تقریریں کرو اور تحریریں پڑھو۔ گہنے دکھاؤ کپڑوں پر اتراؤ اور برابر والیوں سے ملو۔ غریبوں سے اکڑو۔ کھاتے پیتوں کی خوشامد دولتمندوں کی مدارات۔ غریبوں سے وحشت۔ رانڈوں سے نفرت۔ عزیز بہن عورت اور مرد کی ترقی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کی لامذہبی لاپروائی سے کم توجہی سے آفت یا مصیبت سے مر کر یا گر کر کھپ گئی اور کھپ ہی رہا اور کھپ جائے گی۔ مگر تمہاری منافرت مذہبی تمہارے بچوں کو تمہاری نسلوں کو، تمہاری قوم کو تمہاری ملت کو۔ امت مرحومہ کو مسلمانوں کو

تسلیم نہیں کروگی۔ خوب سوچ لو اور ہماری بات بھی لکھ لو زمانہ اس کی صداقت مجھکو اور تم کو نہیں۔ آنے والی نسلوں کو اور مسلمانوں کو دکھا دیگا۔ تمہارے اعمال و افعال تمہارے گن اور کرتوت تمہاری کوششیں اور تجویزیں تمہاری رائے میں ترقی کا میش خیمہ صلاح کا ذریعہ اور بہبودی کا زینہ ہیں مگر میری رائے میں تم قصر اسلام کی ان بنیادوں کو ہلا رہی ہو جنپر کلمۂ توحید کا دارومدار ہی نہیں اور تم نے نہیں لیکن اسلام نے وہ وقت دیکھا ہی جب گو مردوں میں منافق اور بے ایمان موجود تھے مگر عورتوں کی صدائے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صداقت کی ہوا میں اس طرح گونجتی تھی کہ دنیا سناٹے میں ہوجاتی تھی۔ تاریخ دیکھو۔ پڑھو اور غور کرو۔ خود حضور اکرم کا عہد، خلیفہ دوم کا دور دورہ۔ عباسیوں کا جاہ و جلال تمکو بتادیگا کہ ترقی کرنے والی قوم کی عورتیں دوران کامیابی میں بساط حیات پر کیا پایہ رکھتی تھیں اور ان کا تعلق مذہب سے کیا تھا۔ فرخندہ واقعات شاہد ہیں کہ اُن کا زیور مذہب اُن کا لباس مذہب اُن کی ترقی مذہب اور اُنکی کوشش ترقی مذہب اُن کا ہر قدم اُنکا ہر خیال اُن کا ہر قول اُن کا ہر فعل المختصر اُن کا ہر سانس مذہب کے دائرہ میں تھا۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اُن کے بدنام کرنے مذہب کو بنانے اور مسلمانوں کی ناک لٹانے میں تم نے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ اٹیکٹ گھر کے بورڈ کی طرح نماز پڑھنے کی جگہ کا تختہ بھی پنڈال میں ضرور ہوگا۔ مگر تمہاری باتیں بتا رہی ہیں۔ تمہارے اقوال کہہ رہے ہیں کہ تم اس کافر نقال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں جو لامذہبوں کے ہنسانے کو مسلمانوں کی نقل کرتا ہو صفیۃ النساء بیگم میری عزیز بیوی جس طرح میکے میں بزرگوں کی آنکھ کا تارا تھی۔ اسی طرح سسرال کا مول ہی میکہ اس پر نازاں تھا۔ سسرال اس پر فخر کرتی ہے۔ بچے۔ گھر اور زندگی جنکو تم نے دیمک دشمن اور نفرت سے تعبیر کیا۔ پیاری صفیہ کے واسطے اور اسی کے واسطے کیا ہر عورت اور عورت نہیں ہر بیوی اور بیوی نہیں ہر شریف زادی کے لئے مایۂ ناز ہیں مجھے معلوم ہی اور تم سے زیادہ مجھے خبر ہی اور تم سے بہتر کہ صفیہ خدا اس کو خوش رکھے اپنی

حالت میں خوش اور اپنے گھر میں شاد ہے۔ اس کے ہر بچے پر ایک ماما اور اس کی ذات کے واسطے تین چھوکریاں موجود ہیں۔ بیس ہزار کی جائداد۔ آٹھ ہزار کا زیور اور دس ہزار نقد کی اس وقت صرف اکیلی پیاری صفیہ مالک ہے وہ اپنی مرضی کی مختار اور اپنے مزاج کی بااختیار ہے وہ تین بچوں اور ایک اپنے دم پر چار سو روپے ماہوار صرف کرتی ہے۔ خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ جس نے مجھکو اس قابل کیا کہ اس کی اتنی خدمت کر سکوں۔ میری رائے میں تمہارا خیال جھوٹا اور تمہارا قیاس لغو ہے اس کے جوہر جو کوارپتے میں ماند تھے۔ اب چاند کی طرح چمک رہے ہیں۔ کوارپتے کی کلی سسرال میں پھول بن کر مہک رہی ہے اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ میں اس کی صورت کا عاشق اور نام کا دیوانہ ہوں اور اس وقت کہ وہ دیکھتی ہے نہ سنتی ہے علی الاعلان کہتا ہوں کہ خدا بیوی دے تو صفیہ جیسی۔

فرخندہ بہن تغیر صورت قانون قدرت ہے جب تم نے دیکھا خود بچہ تھی۔ آج تین بچوں کی ماں۔ ممکن ہے چہرے پر وہ تروتازگی نہ رہی ہو جو تم نے دیکھی لیکن اسکا ذمہ دار میں نہیں۔ دھڑکن کا مرض ترقی کر گیا ہے حکیم شفاءالدین کا علاج ہے میں نہیں کہہ سکتا شاید کپڑے میلے ہوں لیکن فرخندہ کیا کہہ رہی ہو۔ پچھلے مہینے جب میں لکھنؤ گیا ہوں بارہ سو روپے کا کپڑا میرے سامنے خرید ا تھا۔ کیونکر مان لوں تم سچی ہو۔ تم کہتی ہو جلسہ کی شرکت پر خموشی۔ میری حکومت اور اس کی مجبوری کا اظہار تھا میں تمہاری رائے میں مسلمان نہیں ہوں مگر تم کو مسلمان سمجھتا ہوں مسلمان ہو تو یقین کرنا صفیہ اگر شریک ہوتی تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔ مگر شریک نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہر معاملہ میں میری اجازت کی محتاج رہے مگر یہ اس کا جوہر شرافت ہے کہ وہ میری رائے اپنی رائے سے میرا خیال اپنے خیال سے میرا فیصلہ اپنے فیصلہ سے بہتر سمجھتی ہے۔ میں نہیں چاہتا اگر تم بے تک سچی ہو۔ میں ہرگز

خواہشمند نہیں۔ مگر تمہارا قیاس درست ہے کہ صفیہ خدا اس کو دین و دنیا میں خوش رکھے واقعی یہ چاہتی ہے کہ سانس بھی لے تو میری صلاح سے۔ میں نے اسکا کوئی حق غصب نہیں کیا اور وہ شرع اسلام کے عطا کردہ تمام حقوق کی مالک گھر کی ملکہ اور سفید و سیاہ کی با اختیار بیوی ہے مذہب اس کی رگ رگ میں اسلام اس کی گھٹی میں۔ خدا کی عظمت رسولؐ کی محبت اس کے دل میں اس طرح جاگزیں ہے کہ وہ سلیقہ شعار عورت فرمانبردار بیوی اطاعت گزار بہو اور سمجھدار ماں بن گئی۔ میں کیا میرا تمام خاندان میرے ماں باپ۔ میرے بہن بھائی میرے نوکر چاکر۔ میرے بال بچے۔ عزیز اقارب ہمسایہ پڑوسی اس کی انسانیت کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

تمہاری زبردست بحث پردہ پر ہے اور تم چاہتی ہو کہ پردہ تمہاری طرح مسلمانوں سے رخصت ہو۔ میں جانتا ہوں اور واقعات مجھے یقین دلا رہے ہیں کہ یہ جوہر جس نے مسلمانوں کی اچھی بری لاج تھوڑا بہت بھرم رکھ لیا تھا مسلمانوں سے وداع ہو رہا ہے اور ایک وقت ایسا آئیگا کہ پردہ کی خوبی سے تاریخ اسلام قطعاً محروم ہوگی وہ تمہارے خیال میں مبارک مگر میری رائے میں وہ منحوس گھڑی ہوگی مسلمان اس وقت کو روئیں گے اور نہ پائیں گے۔ اگر میری رائے سچی ہے اور خدا نہ کرے کہ سچی ہو۔ اگر میرا خیال درست ہے اور خدا مجھے اس سے پہلے موت دے کہ یہ درست نکلے تو تم دیکھ لینا کہ جس قوم میں آج ہزارہا اللہ کی بندیاں ایسی موجود ہیں جن پر اسلام فخر اور مسلمان ناز کر سکتے ہیں اور یہ وہ گروہ ہے جس پر باوجودیکہ حیات انسانی کی ممکن مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے جو معصوم بچوں کو کلیجے سے لگائے بھوک کی راتیں اور خطرناک دن کاٹ رہی ہیں لیکن اس فقیری غربت اور افلاس میں کہ مٹھی مٹھی بھر چنوں کو ترس رہی ہیں اور ممتا بھری آنکھیں جگر کے لالوں کو بھوک کا پیاسا دیکھتی ہیں عصمت کا لعل بیش بہا انکی ٹوٹی دیواروں اور پھٹے کپڑوں اور فاقہ زدہ چہروں کو منور کر رہا ہے۔ ہاں پردہ رخصت

ہوتے ہی گو تمہاری کوشش کے بموجب دولت کی ریل پیل ہو جائے لیکن یہ مسلمانوں کا مایہ ناز زمانہ آبحیات ہو جائیگا اور انصاف کی آنکھیں ان چند سطروں کو پڑھکر پھٹیں گی اور پرلے کو چراغ لیکر ڈھونڈیں گی مگر نظر نہ آئیگا۔

خدا تمہاری کوششوں میں برکت، تمہارے ارادوں میں ہمت تمہارے اعضا میں طاقت دے۔ مگر خدا کا واسطہ ہماری زندگی تک ہمارے گھروں کو اس بلا سے محفوظ رکھو اور ہماری حالت پر رحم کرو۔ والدعا۔ احسن

(۱۴)

گیارہ برس سے زیادہ شادی کو گزر گئے۔ مگر سچ یہ ہے کہ ایک دن بھی صحت اچھی نہ رہی کبھی اطمینان نصیب ہی نہ ہوا۔

بنت الوقت۔ اس کی ذمہ داری مجھپر نہیں ہو سکتی شادی سے قبل میں نہایت تندرست لڑکی تھی لیڈی ڈاکٹر کی رائے موجود ہے اب جو کچھ باعتبار صحت تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف شادی ہو سکتی ہے میری مستقل بیماری نے مجھ ہی کو پریشان رکھا تمہارے اطمینان سے کیا واسطہ صحت اور علالت انسانی افعال نہیں قدرت کے انتظام ہیں بیماری کی میں شکایت کر سکتی ہوں نہ کہ تم۔

نصیر۔ مجھ سے واسطہ کیوں نہیں ہے۔ مجھکو یقیناً تمہاری بیماری سے کوفت ہوتی ہے کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم کو کبھی شکایت نہ ہو نقاہت کیا ہوئی وبال جان ہو گئی ہر وقت کمزوری، ہر وقت ہسٹریا کا فٹ۔ ہر وقت دھڑکن کا اندیشہ۔

بنت الوقت۔ تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ مجھکو اجازت دو کہ میں اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جاؤں اور آیندہ تم میری بیماری کے اثرات سے محفوظ رہو۔

نصیر۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا اور یہ نہیں کہتا مگر یہ دیکھتا ہوں کہ پچاس روپے کے قریب قریب مہینے میں دوا کا بل ہوتا ہے سال گزشتہ کی آمدنی

نو ہزار چار سو تھی اس سال کہ ابھی چار مہینے باقی ہیں آٹھ ہزار روپے کے قریب آچکا ہے مگر کیفیت یہ ہے کہ ایک پیسہ پاس نہیں اور قرض کا بوجھ روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے۔ تبدیلی آب ہوا بظاہر تو معمولی بات تھی مگر دس روز میں نو سو روپیہ اُٹھ گیا۔ ان باتوں کا آخر کیا انجام ہوگا۔

بنت الوقت۔ تم ایسی حالت میں کہ مجھکو فٹ شروع ہورہا ہے کیوں ایسی جگر خراش گفتگو کرتے ہو۔

اس قدر گفتگو کے بعد نصیر خاموش اُٹھ کر اپنے کمرے میں آبیٹھا۔ ابھی دو چار ہی لمحہ گزرے ہوں گے کہ نرس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا سرکار جلدی لیڈی ڈاکٹر کو بلایئے بیگم صاحب کو فٹ ہوگیا۔ اتنا سنتے ہی بدنصیب نصیر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چٹھی لکھکر آدمی کو دی اور گاڑی بھیجی کہ لیڈی ڈاکٹر فوراً آئے۔ آپ اِدھر آیا تو بنت الوقت بیہوش پڑی تھی آوازیں دیں۔ ہاتھ پاؤں دیکھے۔ لونڈر سنگھایا۔ مگر بیوی کو حرکت نہ ہوئی۔ لیڈی ڈاکٹر کے آنے سے وہ بھی بمشکل تمام آنکھ کھلی تو اس طرح کہ زار و قطار آنسو جاری تھے۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ضرور کوئی بات بیگم صاحب کے کھلاف ہوا۔

نصیر۔ جی ہاں گفتگو تو اسی قسم کی تھی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ویل پھر ہم کو کیا دوس آپ نے مہ دارہے۔ آپ کو معلوم ہے آپ کا بیگم صاحب بہت جلد اثر مانتا ہے۔ پھر آپ احتیاط نہیں کرتا۔

نصیر۔ جی ہاں غلطی ہوئی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ آیندہ بہت احتیاط کیجیے۔ کوئی بات ایسا نہ ہو۔

نصیر۔ بہت اچھا۔

لیڈی ڈاکٹر۔ یہ تین تین گھنٹہ بعد دوا دو۔

لیڈی ڈاکٹر چلی گئی۔ نصیر اپنی حرکت پر نادم۔ گفتگو پر خجل نیچی گردن کئے ہوئے

بیوی کے حضور میں حاضر تھے کہ وحید کے آنے کی اطلاع ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا، اس طرح کہ ایک چٹھی اس کے ہاتھ میں تھی اور خوشی کے مارے باچھیں کھلی جاتی تھیں

"کیوں بی بی کیسی طبیعت ہی"

نصیر۔ ابھی فٹ ہوا تھا۔

وحید۔ اوہ، اب طبیعت درست ہی۔

بنت الوقت۔ جی ہاں مگر نقاہت بہت ہو گئی ہی۔

وحید۔ تم تبدیلی آب ہوا کے واسطے شیوکن گئی تھیں وہاں کے جوائنٹ مجسٹریٹ صاحب کی میم نے تمہاری بہت کچھ تعریف کلکٹر صاحب کو لکھی ہی۔ میں آج گیا تھا تو وہ بہت خوش تھے۔ یہ چٹھی ازراہ کرم مجھکو عنایت فرما دی دیکھو تمہاری بابت کیا لکھا ہے

"آپکے ضلع کی مشہور لیڈی بنت الوقت نہایت مستعد اور قابل قدر عورت ہے میں ملکر بہت خوش ہوئی اور یہ دیکھکر کہ وہ ہر وقت تعلیم نسواں میں منہمک رہتی ہی۔ بید مسرت ہی۔"

مجھکو اس خیال سے شروع میں کچھ تکلیف ہوئی کہ تم نے پردے کو مطلق علیحدہ کر دیا۔ مگر جب زیادہ غور کیا تو یقیناً خوشی ہوئی اور میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے ایسی اچھی شہرت حاصل کی۔

بنت الوقت۔ میں درحقیقت اُن کی میم صاحب سے ملنے گئی تھی۔ صاحب سے صرف پانچ منٹ برقع اور نقاب میں بات چیت ہوئی۔ وہ بہت معقول آدمی ہیں۔

وحید۔ ہاں ایک بات مجھے اور کہنی تھی۔ مسز یوسف کا خط آیا ہی انکو ایک نرس کی ضرورت ہی۔ جو بال بنانے جانتی ہو۔ تم اپنی نرس سے دریافت کرو۔ اگر یہ کسی کی سفارش کر سکیں اُنہوں نے یہ بھی لکھا ہی کہ اگر کوئی اور انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہفتہ کے واسطے کوئی ایسی نرس آجائے جو میری نرس کو بال بنانے سکھادے۔

بنت الوقت۔ میری نرس دوسو پچیس قسم کے بال بنانے جانتی ہی مگر افسوس

میں ایک روز کے واسطے بھی اس کو نہیں بھیج سکتی۔ ہاں کوئی دوسرا انتظام کردونگی اگر آپ کچھ دیر ٹھہریں تو میں آپ کو بالوں کا نمونہ دکھاؤں۔

ہسٹریا کی مریض اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ نرس کنگھی برش وغیرہ لیکر آئی۔ بالوں کے نمونے شروع ہوئے اور والد بزرگوار بیٹھے نرس کی صناعی کی داد دیتے رہے۔ دو گھنٹہ اسی طرح گزرے۔ اس کے بعد کھانا مانگا گیا۔ میاں بیوی آمنے سامنے اور مرزا وحید ایک طرف بیٹھے اور کھانا شروع ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نصیر کچہری چلا گیا، تو بیٹی نے باپ سے کہا۔ پاپا مجھے آج بہت تعجب ہوا۔ آپ کھانے میں بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ مجھکو ناگوار ہو رہا تھا کہ خانساماں اور بوائے دونوں مسکرا رہے تھے۔ کیا آپ کو ہمیشہ اردو کھانے کا اتفاق ہوتا ہے۔

وحید۔ میں انگریزوں سے ملتا جلتا تو بہت رہتا ہوں مگر کھانے کا اتفاق اُن کے ساتھ کبھی نہیں ہوا۔ تم نے مجھکو اسی وقت بتا کیوں نہیں دیا۔

بنت الوقت۔ میں نے چاہا تھا مگر سر پر وہ دونوں موجود تھے اس لئے کچھ نہ کہہ سکی آپنے بڑی فاش غلطیاں کیں اور ایک بہت موٹی غلطی یہ تھی کہ مٹر کے دانے آپنے چمچے سے کھائے۔ حالانکہ وہ کانٹے سے کھانے چاہئیں۔

وحید۔ مٹر کے دانے اور کانٹے سے! ذرا منگوانا تھوڑے سے دانے اور کانٹا۔

بنت الوقت۔ لیجئے۔

وحید۔ اول تو اس پر آتے ہی دو تین ہیں اور جب تک منہ میں لیجاؤں دونوں پھسل جاتے ہیں۔

بنت الوقت۔ زور سے قہقہہ لگا کر آپکو عادت نہیں ہے۔ دیکھیے مجھ سے ایک بھی نہیں پھسلتا۔

وحید۔ بھائی میں ایسی عنایت سے باز آیا۔ آئندہ کھانا مجھے نہ کھلانا مگر دانوں کا پھسلنا

میرے بس کا روگ نہیں۔

وحید اُٹھکر گھر گیا۔ بنت الوقت عینک لگائے ڈرائنگ روم میں آرام کرسی پر لیٹی اخبار پڑھ رہی تھی کہ بوائے نے آکر ایک چھٹی دی اور بنت الوقت نے چٹھی کھولی تو لکھا تھا

" ڈیر بنت الوقت! میں نے ابھی ابھی ٹیلیگرام دیکھا کہ عرفان پور میں سخت آگ لگی اور تمام گاؤں جلکر راکھ ہوگیا۔ لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ بہت دردانگیز وقت ہے ضرورت ہے کہ ہم فوراً اپنی بہنوں کی مدد کے واسطے کھڑی ہو جائیں۔ میرا خیال ہے کہ آج ہی ایک غیر معمولی میٹنگ کا اعلان ہو۔ آپ مجھ سے بہت جلد ملیئے۔

احمدی احمد بیگ

اوہ، اوہ، ترس غضب ہوگیا۔ کوئی ہے۔ فوراً گاڑی طیار کرو۔ جلدی بہت جلدی اوہ مصیبت سخت مصیبت!

ہسٹریا کی مریض قومی ہمدردی سے فوراً بیچین ہوئی اور سیدھی احمدی بیگم کے پاس پہنچی۔

"وسسٹر غضب ہوا، میں نے تار نہیں دیکھا، جلدی دکھاؤ۔"

احمدی بیگم۔ یہ دیکھو۔

بنت الوقت۔ اوہ۔ غضب غضب یہ قیامت، ابھی جلسہ کا اعلان کرو۔

جلسہ کا اعلان ہوگیا۔ چار بجے کے قریب لیڈیز کلب میں عورتیں جمع ہونی شروع ہوئیں کارروائی کا وقت ساڑھے چار تھا سب سے پہلے پریسیڈنٹ کا انتخاب ہوا۔ اس کے بعد بنت الوقت نے جو اس مصیبت کے جلسہ میں بھی لباس و فیشن کے اعتبار سے بینظیر تھی کھڑے ہو کر کہا۔

یہ کارروائی اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں کلام اللہ سے شروع ہوتی ہے اور میں یہ رکوع پڑھتی ہوں۔

ہیئر، ہیئر،

رکوع پڑھا گیا اور سب آنکھیں بند کئے چپکی بیٹھی سنتی رہیں! اس کے بعد بنت الوقت نے تقریر شروع کی۔ تقریر میں کلام اللہ کی آیتوں کا بھی حوالہ تھا اور مذہب کا بھی۔ جہاں مذہب یا کلام الٰہی آ جاتا۔ چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگتی تھیں۔

تقریر کے بعد چندہ شروع ہوا۔ دو سو گیارہ روپئے جمع ہوئے جس میں پچاس بنت الوقت اور پندرہ احمدی بیگم کے تھے۔ چونکہ رقم ناکافی تھی۔ اس لئے احمدی بیگم اور بنت الوقت نے تجویز کی کہ گھر گھر مانگیں اور اس طرح نہ صرف ایک قومی فرض ادا کریں بلکہ بندگان خدا کو مصیبت سے رہائی دلوائیں۔ اس تجویز میں بھی خاص کامیابی ہوئی۔ جب دونوں احسن کی بیوی کے پاس گئیں تو اس نے نہایت فراخدلی سے سو روپے اس شرط پر دیئے کہ اس کا نام نہ ظاہر ہو۔ اس کے بعد بنت الوقت نے کہا۔

کاش ہماری طرح تم بھی آزاد ہوتیں اور تمہارا پالا بھی ایسے شوہر سے پڑتا جو عورت کی قدر و منزلت سے واقف ہوتا۔ تاکہ تم بھی ان قومی کاموں میں ہماری مددگار ہوتیں اور وہ جوش جو تمہارے دل میں پہلے سے موجود تھا۔ اچھی طرح ظاہر ہوتا۔ میں نے تو بھائی احسن کو ایک خط بھی لکھا تھا اور انہوں نے اوٹ پٹانگ جواب بھی دیا۔ مگر میں زیادہ بحث کرنے والی کون۔ تمہاری حالت دیکھ کر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ کیسی بری طرح ایک انسان کے تمام جذبات پامال ہو گئے۔ تم نے روپیہ دے تو دیا مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بگڑیں۔ تم لوگ تو ایک پیسہ بھی بلا اجازت نہیں اٹھا سکتے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ بیوی شوہر کے قبضہ میں اس بری طرح پھنس جائے کہ سوائے چند محدود تعلقات کے دنیا کے کسی معاملہ سے واسطہ ہی نہ ہو۔

احسن زمانی۔ جو خط تم نے ان کو لکھا تھا اور اس کے جواب کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ میں تمہاری ہمدردی کی ممنون ہوں لیکن تم نے میری حالت کا اندازہ کرنے

ہیں غلطی کی۔ ہیں اگر یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم سے زیادہ، تو یہ یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ اپنی اس زندگی میں تم سے کم خوش نہیں ہوں، برا نہ ماننا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ میں شوہر کو خوش کر کے خوش ہوں اور تم نے اپنی خوشی کے مقابلہ میں شوہر کی خوشی نظر انداز کر دی۔ میں کھاتی ہوں، میں پہنتی ہوں تم سے بہتر یا بدتر۔ پلاؤ یا روکھی روٹی زربفت یا گاڑھا۔ مگر کھلا کر اور پہنا کر۔ میں اس کو اپنے واسطے بہت قابل شرم سمجھتی ہوں کہ میرے سر پر سو روپے کا دوپٹہ اور پاؤں میں بارہ روپے کا بوٹ ہو مگر جس کی وجہ سے مجھکو نصیب ہوا اس کا لباس مجھ سے بہتر نہ ہو میں اپنا فرض یہ سمجھتی ہوں کہ جسطرح بچوں کی محبت کرنے والی ماں ہوں اسی طرح شوہر کی خدمت کرنیوالی بیوی۔ میں اس غرض سے پیدا کی گئی ہوں کہ بچوں کو مسلمان بناؤں اور اس واسطے بیاہی گئی ہوں کہ شوہر کی آسائش کو اپنی آسائش پر مقدم سمجھوں۔ مجھ کو دنیا میں خوش رہنے کا حق ضرور حاصل ہے مگر اس وقت جب میری ہستی میرے شوہر کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرے۔ میں تمپر اعتراض نہیں کرتی اور نہ اپنی زندگی پر فخر کرتی ہوں لیکن اتنا ضرور سمجھتی ہوں اور کہونگی کہ میں صرف اسی بیوی کو بیوی سمجھ سکتی ہوں جو شوہر کی کم از کم اتنی رضامندی حاصل کرے جتنی میں۔

بنت الوقت ۔ مجھے تعجب ہے کہ تم اس کیڑے کی طرح جو صرف اپنی ایک انچ زمین کو بہت بڑی کائنات سمجھتا ہے۔ اپنی موجودہ حالت میں خوشی کا اظہار کرتی ہو میں تم کو معذور سمجھتی ہوں کیونکہ تم اس کے سوائے اور کہہ کیا سکتی ہو کیا اطاعت شوہر کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی تمام قوت خاک میں ملا دے اور اپنی ہستی اسی پر قربان کر دے اور اگلے زمانہ کی جاہل عورتوں کی طرح دنیا کی نعمتوں کو ترستی ہوئی مر جائے۔

احسن زمانی ۔ اگلے زمانہ کی عورتوں کا ذکر کیوں کرتی ہو وہ اگر تمہاری رائے میں جاہل اور بدنصیب تھیں تو تمہاری رائے تم کو مبارک رہے مگر ذرا اس تحریر کو ملاحظہ

کیجئے۔ دیکھئے مسلمان ان مرنے والیوں پر کس طرح نوحہ کر رہے ہیں۔

"تمدن جدید کے شیدائیو۔ تمہارا ارشاد سر آنکھوں پر مگر تھوڑی دیر کے واسطے مُہر تامل منہ پر لگالو۔ انصاف کے کان کھولو۔ اور صداقت کی آنکھوں سے دیکھنا۔ یہ وہی سرزمین ہندوستان ہے جہاں عروس مغرب کی شاہانہ سواری گذرنے کے بعد دلہنوں کے ہاتھ رنگ حنا کو ترس جائیں گے۔ بہار مشرق کا لباس خزاں ہوگا اور یہ باغیچہ حیات ہے جہاں نظام خانہ داری کے پھول کھل رہے ہیں نا اتفاقی کی خاک اُڑیگی اطمینان کی چڑیاں ہوا اور عاقبت اندیشی کی لہریں فنا ہوں گی پریشانی کی آندھیاں آئیں گی اسلام کے جھکڑ چلیں گے اور نشاط زندگی کا ہر پتہ جو آج مذہب کے رنگ میں شرابور ہے صداقت سے ہزاروں کوس دور ہوگا۔ لو سامنے دیکھو اور اس آبادی پر نظر ڈالو۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ انیسویں صدی عیسوی کے چہرہ پر سبزۂ شباب آگیا ہے مگر اس بستی میں وہ عورتیں آباد ہیں جو اذان کی آواز سنتے ہی دوپٹے سنبھال لیتی ہیں اور جس وقت موذن کا پیغام توحید، فضائے حیات میں گونجتا ہے تو حقیقی عظمت کی سچی تصویر اُن کی آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ خوف کی چادروں سے اپنے سر ڈھانک لیتی ہیں۔ جل شانہٗ کہکر اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ حیات انسانی کی ہر ضرورت کو دنیائے فانی کی ہر محبت کو اور جسد خاکی کی ہر طاقت کو احکام قدرت پر قربان کر دیتی ہیں۔ ان کے دل یوم الحق کے اندیشے سے ان کی طبیعتیں رحلت کے خوف سے لرزجاتی اور کانپ اٹھتی ہیں اور اُن کے سر عاجزانہ حاکم حقیقی کے حضور میں جُھک جاتے ہیں۔ شام ہوگئی مٹی کے چراغ ان کے گھروں میں جل گئے۔ یہاں برقی روشنی اور کافوری شمعیں نہیں ہیں مگر تلاش کی آنکھوں سے دیکھنا اس روشنی میں قدرت کے بڑے بڑے خزانے اور انسانیت کے اعلیٰ اعلیٰ نمونے نظر آئیں گے۔ یہ وہ وقت ہے جس کو بیسویں صدی دور جہالت سے تعبیر کرے گی۔ مگر ایمان کا فیصلہ اپنا منہ پیٹ لیگا اور علی الاعلان کہے گا کہ جو

پھول عالم خزاں میں مہک گئے اور جو شمعیں عہد تاریک میں روشن ہوئیں آج دنیا ان سے محروم ہے۔

نشۂ ترقی کے سرشار جوانو! غور سے دیکھ لو دنیا ان کی صورتوں کو ترسے گی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو گے اور یہ مکھڑے نظر نہ آئیں گے یہ صحبتیں ختم اور یہ سماں ہم یہ وہ وقت ہے جس کے ہر لمحہ سے، یہ وہ گھر ہیں جن کے ہر ذرے سے صدائے ایمان کان میں آئے گی۔ یہ وہ بیویاں ہیں جن کے بچپن پر والدین کی خدمت نے دعاؤں کے پھول قربان کئے جن کے وداع پر عزیزوں اور پڑوسیوں کی آنکھوں نے محبت کے آنسو گرائے۔ ان کی پالکیاں بیلوں اور جھالروں سے نہیں خلوص اور صداقت کے پھولوں سے آراستہ تھیں۔ ان کے جہیز میں سامان ظاہری کے ساتھ غریبوں کی التجائیں اور رانڈوں کی آرزوئیں موجود تھیں ان کا کوارپنہ کچھ شک نہیں کہ ماں کے گھر بیٹی گود لپیٹی تھا مگر ان کے اعمال گدڑیوں کے لعل تھے انہوں نے عجز کی پیشانی بزرگوں کے سامنے جھکائی اور شفقت کا ہاتھ چھوٹوں کے سر پر پھیرا ان کا گوہر عصمت کچی پکی دیواروں اور ٹوٹے پھوٹے گھروں میں صدف کی طرح محفوظ رہا۔ اسلام کی عینک سے دیکھو ان پاؤں میں حقیقت کے دریا لوٹ رہے ہیں۔ یہ وہ قدم ہیں جو کوارپنے میں گھر سے باہر نہیں نکلے۔ ماں باپ کی قدردانیوں نے اُن کی ہستیاں سر آنکھوں پر رکھیں اور دنیا بھر کی راحتیں ان کی چاردیواری میں فراہم کردیں یہ جاہل نہیں پڑھی لکھی ہیں۔ کلام اللہ ان کا دستور العمل۔ اسلام ان کا مذہب تھا مسائل سے باخبر اور احکام سے آشنا ہیں۔ ان کی زبانوں نے فضائل اسلام کے سبق پڑھے ہیں۔ ان کی آنکھوں نے عظمت شوہر کے منظر دیکھے۔ ان کے کانوں نے ماہیت دنیا کی کہانیاں سنیں۔ اور جب ان مہمانوں کی رخصت کا وقت قریب آیا۔ زمانے نے شباب کے ساتھ ہی کامیابی حیات کا سہرہ اُن کے سر باندہ دیا

اُن کے منہ میں زبانیں ضرور تھیں مگر خلق کی چاشنی اور ہمدردی کی شیرینی میں ڈوبی ہوئی ان کے منہ پر آنکھیں موجود تھیں لیکن شرم و حیا کے سرمہ سے آراستہ اُنکی باتیں میٹھی اُن کی نگاہیں نیچی۔ ان کی صورتیں بھولی۔ اُن کی باتیں سیدھی۔ یہ میکے سے رخصت ہو چکیں۔ مگر بقائے دوام کے خلعت لیکر۔ اُن کا کوا رتبہ ختم ہوا۔ مگر اُن کے مخلص ہاتھ اس چمنستان فانی میں ایسے بیج بو گئے ہیں جو مدۃ العمر رنگ برنگ کے پھول کھلائیں گے۔

جراثیم امراض جو دور ترقی میں حیات نسوانی کا لازمہ ہوں گے اور علالت کا مستقل دیو مہیب جو تعلیم یافتہ بیویوں کا ہمراز ہوگا۔ ان بیچاریوں سے ہزاروں کوس دور ہے ان کی علالت بھی ان کی صحت سے بہتر اور ان کی خموشی انکی گویائی سے اعلیٰ۔

لو ہشیار ہو مجلس فانی قریب آ گئی۔ دل بھر کے دیکھ لو۔ چاند مدہم ہوا۔ چاندنی پھیکی پڑی۔ تارے جھلملا گئے۔ چراغ ٹمٹماتے ہیں۔ رات گذر گئی۔ اور یہ پھول جو ساری رات جھکے اب جھاتے ہیں۔ ان کی سادگی پر نہ جاؤ۔ ان کی باتوں پر نہ ہنسو۔ یہ دنیائے نسواں کی وہ موتیں ہیں جن کے منہ سے باتوں میں پھول جھڑتے ہیں اور جنکی صورتوں پر ادائیگی فرائض کا مینہہ برس رہا ہے۔ ان کے سفید بالوں میں خلوص کی کنگھی ہے اور ان کے پاک ہاتھوں میں صداقت کے گلدستے۔ مرغ کی اذان نے ان کو بستر استراحت سے بیدار کیا۔ رات اُن کی زندگی پر مرجبا کہتی ہوئی رخصت ہوئی اور صبح صادق نے جانماز پر ان کا استقبال کیا۔ میرے دوستو ادب کے ہاتھ اُٹھاؤ اور ان بزرگ ماؤں کے سلام کو جھک جاؤ جنہوں نے شوہروں کے آرام پر اپنی راحتیں قربان کیں اور اپنے ہاتھ سے پکانا فخر سمجھا۔ بہتر سے بہتر کھلایا اور اچھے سے اچھا پہنایا۔ بچی بچائی کھائی اور پرانا دھرانا پہنا۔ مگر کام کے وقت اور ضرورت کے موقع پر جب مایوسی نے کمر ہمت توڑ دی تو ان نیک کوکھ کی بیٹیوں اور شریف بیویوں نے اشرفیاں نکال کے آگے رکھدیں۔ آسمانی فرشتوں نے ان کی خدمات پر آفریں کہی۔ اور بزرگوں کی

پاک روحیں ان کی زندگی پر فخر کرنے لگیں۔ ان کی خموشی اور سنجیدگی پر نہ جاؤ۔ یہ گھروں کی با اختیار شہزادیاں شوہروں کی لونڈیاں ہیں۔ یہ طرار نہ ہوں ان میں ٹھنک ٹھنک نہ سہی، مگر ان کی پیشانیاں دیکھو نسوانیت کے جھومر جگمگا رہی ہیں ترقی ان کی جہالت پر قربان ہوگی اور تصنع ان کی سادگی کی بلائیں لیگا۔ اُنکی کتاب حیات میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اُن کے باغیچہ زندگی میں سدا بہار پھول ہیں اُن کے جسد خاکی کی تہ میں ممتاز راز ہیں۔ یہ یتیموں کی مائیں ہیں۔ یہ عزیزوں کی عاشق ہیں۔ یہ رانڈوں کی وارث ہیں۔ یہ خدا کے نام پر قربان ہونے والی نور کی پتلیاں اور شوہروں کی پرستش کرنے والی خدا کی بندیاں ہیں۔ یہاں ظاہری ٹیپ ٹاپ نہ ہو۔ اوپر کی شوں شاں نہ سہی مگر ان گھروں میں سب کچھ ہے۔ یہاں زندگی کی بہاریں ہیں جینے کا لطف اور رہنے کا مزا ہے۔ ان گھروں میں برکت اور گھروالیوں میں خدا کی رحمت ہے۔

دیکھو وہ جلوہ ختم ہو رہا ہے اور وہ متبرک ہستیاں اب ہندلی سی تصویر رہ گئیں۔ بزرگ ماؤں ذرا صبر کرو اپنے قدم آگے بڑھاؤ کہ میں ان کو بوسہ دوں اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھو۔ میں جانتا ہوں تمہاری نورانی صورتیں اب نہ نظر آئیں گی۔ مگر تمہاری زندگیاں زندہ رہیں گی۔ تمہارے مبارک ہاتھ جو چراغ جلائیں گے جب تک یہ روشن ہیں اسلام زندہ رہیگا اور جن گھروں میں ان چراغوں سے چراغ جلیں گے وہ نمونہ جنت ہوں گے۔ اچھا میری ماؤں رخصت ہو۔

بنت الوقت۔ مجھے تو اس مضمون میں ایک بات بھی کام کی نظر نہ آئی۔ میں نہیں سمجھتی کہ ان عورتوں میں وہ کون سی خوبی تھی جو ہم میں نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو زندگی ہم بسر کر رہے ہیں اس کا پرچھاواں بھی اُن پر نہ پڑا۔

احسن ترمانی۔ مجھے بحث کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی ہوگا۔

(۱۵)

اسلام ہو یا عیسائیت میرا تو ایسے مذہب کو سلام ہے۔ جس میں عورت اس طرح مرد پر حاوی ہو۔ کہ اس غریب کی زندگی بھی تلخ ہو جائے میری حالت یہ ہے کہ چھ سات سو روپے ماہوار کی آمدنی پر میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ بد نصیب انسان دنیا میں نہ ہوگا۔ بچہ تو کوئی ہے نہیں بیوی کو جب دیکھتا ہوں مریض اور جب سنتا ہوں بیمار ان کے بیرونی اخراجات میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ ایک دم پر چار نوکر۔ نرس اور آیا الگ ہے۔ اگر بیوی کے یہی معنی ہیں کہ وہ شوہر کے کھانے کپڑے آرام آسائش دکھ سکھ۔ رنج و راحت کسی چیز سے واسطہ نہ رکھے تو مسلمان بیوی سے بد تر دنیا میں کوئی بیوی نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں کچھ ظاہری خوبیاں ایسی تھیں جنکی وجہ سے میں قائل ہوا مگر مجھ کو ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ اندرونی عذاب اس قدر تکلیف دہ ہے اور مرد کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ عورت کی ناز برداری میں اپنی عمر برباد کرڈالے

احسن۔ آپ کو معلوم ہے، بنت الوقت میری رشتہ میں بہن ہے اس سے پہلے بھی میں نے آپ کی زبان سے اسی قسم کے الفاظ سُنے مگر میرا رشتہ ٹیڑھا ہے۔ میں ہمیشہ خاموش رہا آج جبکہ آپ اپنی تکلیفوں کا بار اسلام پر رکھتے ہیں تو میں کہتا ہوں اور نہایت تعجب سے کیونکہ ماشاء اللہ آپ قانونی آدمی ہیں کہ ایک تن واحد کی حالت کا اسلام سے کیا واسطہ۔

نصیر۔ ایک تن واحد نہیں صاحب میں تو عام طور پر مسلمانوں کی حالت یہی دیکھ رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ صبح کو لیڈی ڈاکٹر کے یہاں چلکر دیکھئے اور پھر ڈاکٹروں پر بھی ایک نظر ڈالئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں میں بیماری کے اعداد کیا ہیں اور اس تناسب نے شوہروں کو کس قدر بے چین کر رکھا ہے۔

احسن۔ آپ اسلام کو گاجر مولی نہ سمجھیئے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں ان معاملات کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

نصیر۔ افسوس میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ آپکے پاس دعوے کا ثبوت نہیں، صرف زبانی دعوٰے ہے اور میرے سامنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ۔

احسن۔ آپ اپنے تجربہ کو معاف فرمایئے مگر مہربانی فرماکر مشاہدہ کی تفصیل کیجیے

نصیر۔ میں نے جس قدر مسلمان خاندان دیکھے قریب قریب سب کی اندرونی حالت ایسی ہی ہے کس کس کا نام لوں۔

احسن۔ آپ جن لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اسلام کی اُن کے ہاں کیا ہان دیکھی میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ میرا منہ کہلوائیں مگر آپنے زبردستی مجھے چھیڑ کر مجبور کیا۔ آپنے جس قدر خاندان دیکھے اور جن جن سے ملاقات ہوئی وہ سب آپ کی بیوی صاحبہ کے ملنے والے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان کے حالات بھی اسی قسم کے ہونگے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عام طور پر مسلمانوں کی یہی کیفیت ہے۔ مسلمانوں کے گھر اگر آپ کا وہاں تک گذر ہو سکے آپ کو نمونہ جنت ملیں گے۔ بشرطیکہ ان کا انتظام خانہ داری اصول اسلام کے موافق ہو۔ یہ تمام خرابیاں جنہوں نے زندگیاں تلخ کر دیں صرف اسی فریق میں ہیں جس سے آپ کو پالا پڑا۔ اور جو موجودہ تعلیم نسواں کا شیدا اور ترقی کا دلدادہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں تعلیم نسواں کا کتنا زبردست حامی ہوں۔ اس وقت ایک چھوڑ تین تین مدرسے میری نگرانی میں کام کر رہے ہیں جہاں پہلا سبق مذہب ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم جو لڑکیوں کو دیجا رہی ہے مسلمانوں کے حق میں سم قاتل ہے۔ جن مصیبتوں کو آپ ہیٹ رہے ہیں۔ یہ ابھی تک تو خاص ہے لیکن مسلمان اگر اسی طرح منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھے رہے تو یقیناً عام ہونگی موجودہ طریقہ تعلیم کا پہلا نتیجہ مذہب سے منافرت ہے اور جب مذہب ہی نہ رہا تو جو کچھ بھی انجام ہو

وہ ظاہر ہے۔ لطف یہ ہے کہ ظالم درحقیقت تو مذہب کو علحدہ کر رہے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہماری تعلیم کا منشا مذہب سے الگ نہیں۔ میں نے حال میں ایک کتاب دیکھی جس میں ایک لڑکی مغربی خصائل میں سر سے پاؤں تک ڈوبی ہوئی تھی اور علی الصباح نماز اور کلام مجید ناغہ نہ کرتی تھی۔ بھلا خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا۔ کوئی لڑکی بھی اس قسم کی آجتک دیکھنے میں آئی۔ یوں کہنے کو جو چاہے سو کہہ لو۔ مگر تمدن جدید کا پہلا اور وداع مذہب ہے۔ اس لئے آپ کی شکایت کہ اسلام سے مطلق واسطہ نہیں۔ میں کہہ تو نہیں سکتا اور مجھے کہنا چاہیئے بھی نہیں لیکن اب کہ آپ مذہب کو زندہ قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کسی ایسے خاندان میں نکاح کرتے جہاں تمدن جدید کے قاتل اژدہے کی پھنکار کان میں نہ آتی تو لاریب آپ ایسی بیوی دیکھتے کہ جو سچی مسلمان ہوتی اور جس کا یہ عقیدہ ہوتا کہ اگر سجدے کا حکم کسی انسان کے واسطے دیا جاتا تو عورت کو اپنے شوہر کا۔ میں جانتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عورت کے حقوق کی حمایت لی اور حفاظت کی مگر اس خوبصورتی اور حسن تدبیر سے کہ زندگی کو سچ مچ زندگی بنا دیا۔

نصیر۔ تو آپ کا منشا یہ ہے کہ میں نکاح ثانی کر لوں۔

احسن۔ میں یہ نہیں کہتا اور گو اسلام نے اس لئے کہ وہ دین فطرت ہے آپکو اسی دن کے واسطے نکاح ثانی کی اجازت دی مگر اس مسئلہ کو آپ خود طے کیجئے مجھے چونکہ دس بجے کلکٹر صاحب سے ملنا ہے۔ اس لئے اب اجازت دیجئے۔

نصیر۔ بہت اچھا۔ مگر میں چاہتا ہوں پھر کسی وقت آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کروں۔

احسن۔ ہاں۔ ضرور۔

(۱۶)

بنت الوقت کے حالات واقعات کے ساتھ ہی یوماً فیوماً ردی ہو رہے تھے پندرہ سال کا پورا زمانہ ایسی صورت اور اس حالت میں کہ بال نہیں بچہ نہیں اس طرح گذرا کہ کم بخت نے کبھی بھول کر بھی نصیر کی آسائش پر توجہ نہ کی۔ ہاں یہ توقع ہمیشہ رکھی اب یہ وہ جانے یا اس کا خدا کہ جائز تھی یا ناجائز کہ نصیر کی طرف سے ناز برداری میں فرق۔ اطاعت میں کمی اور محبت میں کسر نہ رہنے پائے۔ ہم کو بنت الوقت سے بدظن ہونے کا کوئی حق نہ سہی۔ یہ بھی تسلیم کہ وہ بارہ مہینے کی بیمار اور مستقل مریض تھی اس سے بھی انکار نہیں کہ مزاج کی کڑوی تھی اور تیہے کی تیز۔ لیکن یہ سمجھ میں آیا کہ اختیاری بخار اور فوری نٹ کیا معنی رکھتا تھا۔ آنسو تو خیر اختیاری تھے۔ رونا منہ پر تھا مگر ذرا طبیعت بگڑی اور حرارت۔ جہاں کوئی بات خلاف مزاج ہوئی اور دورہ۔ مطلق قیاس میں نہیں آسکتا۔ نصیر بھی آخر انسان تھا کہاں تک مصیبت بھگتتا اور کب تک ناز اٹھاتا روز روز کی جھک جھک اور ہر وقت کی ہٹ پٹ بدنصیب زندگی سے بیزار تھا ہر وقت اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا اپنی تقدیر پر روتا۔ اس معاشرت پر بھی افسوس یہ ہے کہ بنت الوقت نہ پسیجی اور نصیر سوکھ کر کانٹا ہو گیا مگر اس کے گنوں میں فرق نہ آیا۔ سینکڑوں تدبیریں اور ہزاروں جتن کئے مگر ایک کوشش بھی کارگر نہ ہوئی۔ شام کے وقت وہ ایک روز ہوا خواری کے واسطے باہر گیا۔ جب کھانے کے وقت نہ پلٹا تو بیرا اُدھر دیکھنے چلا۔ سب جگہ پوچھا اور ہر شخص سے دریافت کیا مگر اس کا پتہ نہ ملا۔ رات صبح ہوئی اور صبح شام۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گذرے۔ چوتھے روز کی ڈاک میں بنت الوقت کو یہ خط ملا "۔ میں دنیا سے نہیں محسن پور سے جاتا ہوں۔ تم کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی، اب انشاءاللہ تم میری صورت نہ دیکھو گی"۔

نصیر کی مفارقت کے بعد مرزا وحید بھی زیادہ روز تک زندہ نہ رہا۔ اس کی موت نے غضب یہ ڈھایا کہ رواج کے موافق بنت الوقت ترکہ پدری سے محروم کی گئی اور چند ہی روز میں اس کی حالت چچی سے بھی بدتر ہوگئی۔ اب البتہ اس کو معلوم ہوا کہ یہ لچھن بربادی کے تھے۔ بدقسمتی سے کوئی ہنر بھی ہاتھ میں نہ تھا کہ پیٹ پال لیتی۔ جب فاقوں تک نوبت پہنچ گئی تو مشن میں پندرہ روپے ماہوار کی نوکر ہوئی۔ جن ہاتھوں میں سینکڑوں روپے کی بھی کوئی وقعت نہ تھی وہاں مہینہ بھر کی محنت کے بعد پندرہ روپے حقیقت ہی کیا رکھتے تھے۔ زندگی وبال اور جان اجیرن ہوگئی دن رات روتی اور پچھتاتی۔ مگر یہ سب بیسود اور بیکار تھا۔ چند ہی دنوں میں ڈھانچ رہ گئی اور انجام یہ ہوا کہ جس رستے سے گذر جاتی لوگ اس عبرت کی تصویر کو دیکھنے کھڑے ہو جاتے۔

۷۸۶